درسِ قرآن

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

جماعت اہلسنت پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

درسِ قرآن

(4967)

ڈاکٹر صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر

جماعت اہلسنت پاکستان

Marfat.com

81334

کتاب : درس قرآن

مصنف : صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر

زیر اہتمام : محمد حسین قریشی

تعداد: ایک ہزار

اشاعت اول : ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء اپریل

اشاعت دوئم : ۱۴۱۸ھ / ۱۹۹۷ء دسمبر

کمپیوٹر کمپوزنگ: عتیق محمد میؤ بھٹائی کمپیوٹر کمپوزرس حیدر آباد فون 785015

مطبع: الائیڈ پرنٹنگ کارپوریشن گاڑی کھاتہ حیدر آباد 26423-616523

قیمت : ۳۵ روپے

ملنے کا پتہ

رکن الاسلام جامعہ مجددیہ، آزاد میدان ہیر آباد حیدر آباد، پاکستان

محمودیہ بک فاؤنڈیشن بلمقابل الائیٹ سنیما حیدر آباد

فون : 618744 گھر: 617607

Marfat.com

أيت نمبر	أيات مباركه	صفحه
١	الله لا اله الا هو ليجمعنكم الى يوم القيامة لاريب فيه	٥
٢	ان عبادى ليس لك عليهم سلطان و كفى بربك وكيلا	٧
٣	و اذ قلنا للملئكة اسجدوا لأدم فسجدوا الا ابليس	٩
٤	انا ارسلناك شاهدا و مبشرا و نذيرا لتومنوا بالله و رسوله	١٣
٥	ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولٰكن رسول الله وخاتم النبيين	١٧
٦	قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم	٢٠
٧	واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من ....الأيه	٢٣
٨	ولا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله امواتا بل احياء ولكن لا تشعرون	٢٥
٩	قد جائكم من الله نور وكتاب مبين	٢٨
١٠	يا نساء النبى لستن كاحد من النساء الأيه	٣١
١١	فقال الذين كفروا من قومه ما نراك الا بشرا مثلنا	٣٤
١٢	عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول	٣٧
١٣	و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين	٣٩
١٤	لا تجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضا	٤٢
١٥	قال فخذ اربعة من الطير فصرهن اليك ثم اجعل .... الأية	٤٧
١٦	فلما احس عيسىٰ منهم الكفر قال من انصارى الى الله	٥٢
١٧	و لو انهم رضوا ما أتاهم الله و رسوله و قالوا حسبنا الله .....الأيه	٥٥
١٨	و ابرئ الاكمه والابرص و احى الموتىٰ باذن الله ....الأيه	٥٨
١٩	و لئن سئلتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب .....الأيه	٦١
٢٠	يا ايها الذين أمنوا لا تقدموا بين يدى الله و رسوله .....الأيه	٦٤
٢١	يا ايها الذين أمنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبى ...الأيه	٦٧
٢٢	يا ايها الذين أمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا .....الأيه	٧٢
٢٣	فلا وربك لا يومنون حتىٰ يحكموك فيما شجر بينهم ..... الأيه	٧٥
٢٤	و منهم من يلمزك فى الصدقات فان اعطوا منها رضوا .....الأيه	٧٧
٢٥	و لو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله .....الأيه	٧٩
٢٦	و قال لهم نبيهم ان أية ملكه ان يأتيكم التابوت .....الأيه	٨٤

Marfat.com

٢٧	قل بفضل الله و برحمته فبذالك فليفرحوا.....الأيه	٩٠
٢٨	و توكل على العزيز الرحيم الذى يراك حين تقوم .....الأيه	٩٥
٢٩	و قال الذى عنده علم من الكتاب انا أتيك به .....الأيه	٩٩
٣٠	حتىٰ اذا اتوا علىٰ واد النمل قالت نملة يا ايها النمل .....الأيه	١٠٢
٣١	لقد رضى الله عن المومنين اذ يبايعونك تحت الشجرة.....الأيه	١٠٦
٣٢	وعد الله الذين أمنوا منكم وعملوا الصالحات .....الأيه	١٠٨
٣٣	والذين جا ؤا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا ...الأيه	١١١
٣٤	انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت و يطهركم تطهيرا	١١٥
٣٥	ربنا اغفرلي و لوالدي و للمومنين يوم يقوم الحساب	١١٧
٣٦	و قال ربكم ادعوني استجب لكم ....الأيه	١٢٣
٣٧	ان الصفا والمروة من شعائرالله	١٢٥
٣٨	ياايها الذين أمنوا اطيعوا الله و اطيعوا الرسول و اولى الامر منكم	١٢٨
٣٩	و اذا قرء القرأن فاستمعوا له و انصتوا لعلكم ترحمون	١٣١
٤٠	ادعوا ربكم تضرعا و خفية انه لايحب المعتدين	١٣٤
٤١	قد افلح المومنون الذين هم فى صلاتهم خاشعون	١٣٧
٤٢	و من الاعراب من يومن بالله و اليوم الأخر ... الأيه	١٤٠
٤٣	قد خسر الذين قتلوا اولادهم سفها بغير علم .... الأيه	١٤٢
٤٤	و جعلنا فى قلوب الذين اتبعوه رأفة و رحمة و رهبانية ....الأيه	١٤٥
٤٥	و التى احصنت فرجها فنفخنا فيها من روحنا .....الأيه	١٤٨

Marfat.com

ذخیرہ
کتب خانہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی لاہور پاکستان

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس زمانہ میں بعض ایسے گروہ پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن و حدیث کے خلاف نئے نئے نظریات و افکار ایجاد کرکے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کررہے ہیں اور اس طرح اسلام کو کمزور کرنے کی یہودی اور صیہونی سازشوں کے آلہ کار بن رہے ہیں۔ ظاہر ہے ایک مسلمان قرآن وسنت کے خلاف ایسی باتوں کو کب قبول کرسکتا تھا چنانچہ اس کے لیے ایک سازش تیار کی گئی جس کے تحت قرآنی آیات اور احادیث کے غلط معانی بیان کرکے اس کے ذریعہ اپنے غلط اور باطل نظریات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا جانے لگا۔ تاکہ عوام میں ان باطل افکار کو پذیرائی مل سکے۔ ایک سیدھا سادہ عام مسلمان جس کا دل قرآن وحدیث کی محبت سے لبریز ہوتا ہے لیکن وہ قرآن وحدیث کی زیادہ معلومات نہیں رکھتا اس فریب اور دھوکہ میں آکر ان باطل عقائد اور نظریات کو قرآن وحدیث کا حقیقی منشاء اور حکم سمجھنے لگا اور اس پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا اور جنت کی امید لگا کے بیٹھ گیا۔ لیکن اسے کیا پتہ کہ یہ عقائد و نظریات جنت کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی طرف لے جارہے ہیں' یہ اللہ اور اس کے رسول کی رضا نہیں بلکہ اس کے غضب و عتاب کا باعث بن رہے ہیں۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میں نے اس قسم کے عقائد اور نظریات و افکار کے متعلق قرآن سے آیات منتخب کرکے "درس قرآن" کے نام سے اس کتاب میں یکجا کردی ہیں۔ جس میں ہر آیت مبارکہ کا ترجمہ' اس کی مختصر

Marfat.com

سی تفسیر' اس سے جو فائدہ اور سبق ہمیں ملتا ہے اس کو ذکر کردیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس مسئلہ اور عقیدہ کے متعلق قرآن ہی کی آیات اور احادیث پیش کرکے بعض گروہوں نے جو غلط فہمیاں پیدا کردی تھیں ان کی طرف بھی مع ان کی دلیل کے اشارہ کرکے الحمد للہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مختصر سا جواب بھی تحریر کردیا ہے تاکہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں گر کر جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔ اور قرآن وحدیث کا بتایا ہوا سچا و سیدھا اور صحیح راستہ اختیار کرکے اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور خوشنودی سے ہمکنار ہوجائیں۔

اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو اپنی اور اپنے محبوب کی بارگاہ میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ اور اس کو اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بناکر میرے گناہوں کی بخشش اور اپنی بے پایاں رحمت کا بہانہ بنادے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ اجمعین۔

۲۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ
۵ر فروری ۱۹۹۷ء
بروز جمعرات

عاصی و خطاکار' رحمت رب کا امیدوار
ابوالخیر محمد زبیر
آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد

Marfat.com

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمْ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ ○

آیت نمبر(۱)

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا

اللہ ہے اس کے سواء کوئی لائق عبادت نہیں۔ وہ ضرور تمہیں جمع کرے گا قیامت کے دن جس میں کوئی شک نہیں۔ اور کون ہے جس کی بات اللہ کی بات سے زیادہ سچی ہو (سورہ نساء' پارہ ۵ر آیت ۸۷)

فائدہ:۔۔۔اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سچا کوئی نہیں کیونکہ دنیا میں اگرچہ بہت سے لوگ سچے ہیں وہ جھوٹ بولتے نہیں لیکن جھوٹ "بول تو سکتے" ہیں۔ ان کا جھوٹ بولنا ممکن تو ہے وہاں جھوٹ کا امکان تو پایا جاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ سچا ہے اور وہ اتنا سچا ہے کہ وہاں جھوٹ کا امکان ہی نہیں۔ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو تو اس میں اور ہم میں کیا فرق رہے گا.....؟ کیونکہ اولیاء و صوفیاء بھی جھوٹ نہیں بولتے اس ہی فرق کو ظاہر کرنے کے لیے قرآن نے فرمایا کہ اللہ سے زیادہ کوئی سچا نہیں کہ بعض لوگ اگرچہ جھوٹ نہیں بولتے لیکن وہاں جھوٹ کا امکان ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات میں جھوٹ کا امکان بھی

Marfat.com

نہیں۔ اس کا جھوٹ بولنا محال اور ناممکن ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں۔ قرآن وحدیث اور اس آیت پر بھی ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ۔۔۔۔۔"اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے"۔۔۔۔۔ حالانکہ امام رازی جیسے عظیم مفسر اور محقق اپنی کتاب تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ "**عقلاء**" کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کذب اور جھوٹ سے بالکل پاک اور منزہ ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ کذب اور جھوٹ اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے وہ بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ وہ خدا پر جھوٹ کا گمان بھی کرے بلکہ ایسا کرنا ایمان سے خارج کردیتا ہے (تفسیر کبیر ج ۵ر ص ۱۷۹)

اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جھوٹ بولنا ایک عیب ہے اور نقص ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ اس کی ذات میں کسی عیب کا پایا جانا محال ہے۔ لہٰذا کذب اور جھوٹ جیسے بدترین عیب کا پایا جانا بھی محال ہوگا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے وہ سخت ترین اپنے رب کی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بے ادبی اور ایسے بے ادب گروہ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

..... **وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ**

..... اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے بیشک ظالم فلاح نہیں پائیں گے (سورہ انعام' پارہ ۷ر آیت ۲۱)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو اللہ کے لیے جھوٹ ثابت کرتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم ہیں اور ظالموں کو فلاح نہیں ملتی۔ لہٰذا اللہ کے لیے جھوٹ ثابت کرنے والے بھی فلاح نہیں پائیں گے۔

Marfat.com

آیت نمبر(۲)

اِنَّ عِبَادِیَ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ وَّ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیْلاً

(اے شیطان) بیشک جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے حفاظت کرنے کو (سورہ بنی اسرائیل' پارہ ۱۵ر آیت ۶۵)

فائدہ:---اس آیہ مبارکہ میں "عبادی" یعنی اللہ کے خاص بندوں سے مراد انبیاء اور الیاء ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے متعلق شیطان سے فرما رہا ہے کہ تو دوسرے لوگوں کو گمراہ کرلے گا لیکن جو میرے خاص بندے انبیاء اور اولیاء ہیں ان پر تیرا بس نہیں چلے گا۔ اور تو ان کو گمراہ نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ وہ تو میری حفاظت میں ہیں۔ میں ان کی حفاظت کے لیے کافی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کرام گناہوں سے معصوم ہیں اور اولیاء کرام گناہوں سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ انسان سے گناہ شیطان کے بہکانے کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ جب شیطان ان کو بہکا ہی نہیں سکے گا تو گناہ بھی ان سے ظاہر نہیں ہوں گے۔ اسی کو "عصمت انبیاء" کہتے ہیں۔ یعنی اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے اور اعلان نبوت کے بعد کسی زمانہ میں کسی وقت بھی کسی نبی سے کوئی گناہ کبیرہ سرزد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ گناہ صغیرہ عمداً سرزد ہو سکتا ہے۔

ان گناہوں کا صادر ہونا نبی سے محال اور ناممکن ہے۔ اسی کو معصوم ہونا کہتے ہیں۔ جب کہ محفوظ کے معنی یہ ہیں کہ گناہ ہو تو سکتے ہیں لیکن ان سے سرزد ہوتے نہیں ہیں۔ یہ اولیاء کی شان ہے۔ جب کہ نبیوں کی شان یہ ہے کہ ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہو سکتے۔ ان سے گناہوں کا صادر ہونا ناممکن اور محال ہے۔ لہٰذا نبی گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور ولی گناہوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

Marfat.com

نبی کے لیے گناہوں سے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ نہ رکھے اور معاذاللہ نبی کو گناہ گار بتائے تو وہ کافر ہوجاتا ہے۔ قرآن کی بہت سے آیات سے نبیوں کا معصوم ہونا اور گناہوں سے پاک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے ..... **لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ**..... کہ میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴)۔ نبوت سے بڑا عہد کیا ہوگا جب انبیاء کرام نے نبوت کے عہد کو پالیا تو اس ارشاد ربانی کے مطابق اب وہ ظالم ہرگز نہیں ہوسکتے۔ یعنی گنہگار نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ گناہ کرنے والا اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے وہ ظالم ہوتا ہے۔ جب کہ انبیاء عہد نبوت پانے کے باعث ظالم نہیں۔ لہٰذا وہ گناہ گار بھی نہیں۔ عقل بھی یہ کہتی ہے کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی اللہ کی طرف سے لوگوں کو ہدایت کرنے کے لیے اور سیدھا راستہ دکھانے کے لیے آتا ہے تو اگر معاذاللہ نبی سے گناہ سرزد ہوسکتے ہوں تو وہ خود ہدایت پر نہیں ہوا۔ جب وہ خود معاذاللہ راہ راست پر نہیں تو دوسروں کو راہ راست پر کیا لائے گا.....؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ گناہوں سے پاک اور معصوم ہوتا ہے-------- البتہ جہاں قرآن پاک میں یا بعض احادیث میں "ذنب" یعنی گناہ کی نسبت اللہ تعالیٰ یا خود نبی نے اپنی طرف فرمائی ہے اس سے مراد یہ ظاہری گناہ نہیں ہیں۔ بلکہ ترک اولیٰ مراد ہے۔ اور وہ فعل چونکہ انبیائے کرام کے بلند مرتبہ کے لحاظ سے کم درجہ کا تھا اس لیے اس کو گناہ کے لفظ سے تعبیر کردیا گیا۔ حالانکہ حقیقت میں وہ گناہ نہیں تھا۔ اور انبیاء کرام نے بعض مقامات پر گناہ نہ ہوتے ہوئے بھی اپنے رب کے سامنے ان ہی ترک اولیٰ امور پر کسر نفسی اور تواضع اختیار کرتے ہوئے استغفار فرمالیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ حقیقت میں گناہ تھے یا ہم بھی ان کو گناہ گار کہنے لگیں۔ اگر کسی نے ایسا کیا تو وہ کافر ہوجائے گا۔

Marfat.com

آیت نمبر(۳)

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ

اے محبوب یاد کیجئے جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ منکر ہوا اور اس نے تکبر کیا اور کافر ہو گیا

(سورہ بقرہ' پارہ ۱ ' آیت ۳۴)

فائدہ:--- قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے ☆ مفسرین فرماتے ہیں "واذ" میں اذکر کا لفظ محذوف ہے۔ آیت کے معنی ہیں کہ اللہ ۔نے فرمایا "اے محبوب یاد کیجئے" یاد اسی کو دلایا جاتا ہے جس کو پہلے سے اس بات کا علم ہو اور وہ شے اور واقعہ اس کا دیکھا بھالا ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضور سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو آدم علیہ السلام کو ملائکہ کے سجدہ کرنے کا واقعہ یاد دلا رہا ہے جو ابتدائے آفرینش کا واقعہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اور جو کچھ ماضی میں واقعات ہو چکے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نگاہ ان سب پر بھی تھی۔ اور ماضی کا کوئی واقعہ کوئی شی کوئی بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے مخفی نہیں تھی۔ بلکہ ماضی حال اور استقبال یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کی ہر شی کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو عطا فرما دیا تھا۔

اسی لیے صاحب تفسیر روح البیان لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق ہیں اس لیے جو کچھ اللہ نے پیدا فرمایا ان سب کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مشاہدہ فرما رہے تھے۔

Marfat.com

ارواح کو نفوس کو اجسام کو نباتات و جمادات کو حتیٰ کہ حضرت آدم کے پیدا ہونے کو فرشتوں کے ذریعہ ان کی تعظیم کرانے کو جنت سے ان کے علیحدہ ہونے کو اور پھر ان کے توبہ کرنے کو ابلیس کی پیدائش اور جو کچھ اس پر گزرا الغرض ہر چیز کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا وہ نور جس کو اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا وہ ہر شی کو اور ہر واقعہ کو دیکھ رہا تھا۔ اسی لیے قرآن میں حضور سے کہیں حضرت آدم کے واقعہ کے لیے فرمایا کہ اس کو یاد کیجئے تو کہیں "واذ قال موسیٰ لقومہ" فرما کے حضرت موسیٰ کے واقعہ کو یاد دلایا۔ معلوم ہوا تمام واقعات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے ہو رہے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو سب چیزوں کا علم تھا (تفسیر روح البیان پارہ ۲۶ر سورہ فتح)

اس لیے تفسیر کی سب سے معتبر کتاب تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ ..... اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ..... میں انسان سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ رحمٰن نے انسان کامل یعنی حضور سرور دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو ماکان و مایکون یعنی جو کچھ ہوچکا اور جو کچھ ہونے والا ہے تمام اگلے اور پچھلے امور کا بیان سکھادیا (تفسیر خازن۔ سورہ رحمٰن)

☆ اس آیت سے دوسرا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ ابلیس کتنا بڑا عالم اور کتنا بڑا عابد تھا لیکن اس کو حضرت آدم کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا جو انتہائی عاجزی و انکساری اور کسی کی انتہائی تعظیم کرنے کا نام ہے۔ لیکن اس نے سجدہ سے انکار کردیا اور نبی کی تعظیم نہ کی تو اس کا سارا علم اور ساری عبادت اس کے منہ پر ماردی گئی۔ اور اس کو رب نے اپنے در سے دھتکار دیا اور فرمادیا کہ وہ کافر ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ خدا کے یہاں سب سے اہم چیز اس

Marfat.com

کے پیارے بندوں کا ادب و احترام ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا موحد کیوں نہ ہو کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرتا ہو لیکن اگر اس کے پیاروں کا ادب نہیں کرتا تو نہ اس کا علم مقبول ہے اور نہ اس کی کوئی عبادت مقبول ہے۔ توہین کے باعث اس کی سب چیزیں بے کار ہیں۔ وہ عالم اور عارف ہونا تو درکنار وہ مسلمان بھی نہیں رہتا بلکہ کافر ہو جاتا ہے۔ لہٰذا انبیاء اور اولیاء کا ادب اختیار کرنا چاہیے۔ ان کی تعظیم کرنی چاہیے کہ اسی میں خدا کی رضا مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن میں سات بار بیان کر کے اس کی اہمیت بیان کردی کہ خبردار نبی کی تعظیم سے ذرا بھی غافل نہ ہونا۔ ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا انجام بھی ابلیس جیسا ہو جائے۔

☆ یہاں یہ بات بھی پتہ چل گئی کہ خواہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم پیر مفکر اور محقق اور عابد و زاہد ہی کیوں نہ ہو ہمیں اس کے علم اور زہد و عبادت سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے اور نہ اس سے دھوکہ کھانا چاہیے۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص بزرگ اور عالم انبیاء و اولیاء کا ادب کرتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کی تحریر یا تقریر یا گفتگو میں کہیں بھی ذرا سی اللہ کے پیاروں کی بے ادبی کی بو آئے تو فوراً سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شیطان کی ذریت میں سے ہے۔ یہ اللہ کا مقبول بندہ نہیں بلکہ اس کے پیاروں کی بے ادبی کے باعث اس کے در سے دھتکارا ہوا شیطان ہے۔ اگر اس میں ادب نہیں تو اس کا علم اور زہد و عبادت سب بیکار ہے۔ نہ یہ اقتداء کے لائق ہے اور نہ احترام کے قابل۔

☆ یہاں سے ایک یہ بات بھی پتہ چلی کہ تکبر اتنی بری چیز ہے کہ کفر تک لیجاتی ہے۔ شیطان نے تکبر کیا اور حضرت آدم کو تکبر سے سجدہ نہ کیا تو وہ کافر ہوگیا۔ اس کا سارا علم اور ساری عبادتیں رائیگاں چلی گئیں۔ لہٰذا تکبر سے بچنا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے کسی قول سے کسی فعل سے کسی طرز و

Marfat.com

اداء سے کوئی تکبر و نخوت اور غرور کی بو نہ آنے پائے۔ کیونکہ قرآن میں آتا ہے کہ ..... اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ ..... اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ فرعون جیسے خدائی کے دعویٰ کرنے والے بڑے بڑے متکبرین کو اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کردیا۔ کہیں اس تکبر کی وجہ سے تم بھی تباہ و برباد نہ ہو جاؤ۔

☆ اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے ناموں کا علم عطاء کرکے ملائکہ پر ان کی علمی برتری کا اظہار فرمایا اور اس کے بعد ملائکہ کو ان کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیا اس سے ثابت ہوا کہ علم کو بڑی فضیلت حاصل ہے اور یہ وہ چیز ہے جس نے حضرت آدم کی ملائکہ پر برتری ثابت کرکے ان کو مسجود ملائکہ بنا دیا۔ لہٰذا اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ تم بھی علم سے اپنے قلب کو روشن کرو تاکہ سارے جہاں کے قلوب بھی تمہاری طرف جھکیں۔ اسی مقام کو حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ عالم کے لیے دریا کی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ علم کے باعث صرف انسان ہی نہیں بلکہ خدا کی ساری خدائی اس سے محبت کرنے لگتی ہے اور اس کی مطیع و فرمانبردار بن جاتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جو شخص پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو لے کر آگیا تھا۔ اس کے متعلق بھی قرآن فرماتا ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کا وہ عالم تھا جس کو کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ ..... قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ..... گویا بتانا یہ مقصود تھا کہ جس کو تھوڑا سا کتاب کا علم آگیا ہو اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ زمین اور ہوا بھی اس کی اطاعت کررہی ہے تو جو پوری کتاب کا علم حاصل کریگا اس کی طاقت و قدرت کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔

☆ اگر کوئی عاشق میلاد شریف کی محفل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و

Marfat.com

آلہ وسلم اور ان کے ذکر کی تعظیم میں کھڑا ہوجائے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ مشرک ہوگیا۔ اس کا ایمان چلا گیا۔ لیکن اس آیت نے بتادیا کہ اللہ کے پیاروں کی تعظیم کرنے سے ایمان نہیں جاتا بلکہ تعظیم نہ کرنے سے ایمان جاتا ہے۔ اللہ کے پیاروں کی تو یہ شان ہے کہ ان کی تعظیم سے ایمان جاتا نہیں بلکہ جس کے پاس ایمان نہ ہو اس تعظیم کی برکت سے اس کو ایمان مل جاتا ہے۔ دیکھیے جب جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جب میدان میں آئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ کا صرف اتنا ادب کیا کہ ان سے پوچھ لیا ..... **اَمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ** ..... آپ اپنا عصا پہلے ڈالتے ہیں یا ہم ڈالیں (پارہ ۴) اللہ تعالیٰ نے اس ادب کی وجہ سے ان کو دولت ایمان سے مالا مال کردیا اور وہ سب حضرت موسیٰ کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے۔ تفسیر جمل اور صاوی نے اس نکتہ کو بیان فرمایا ہے۔ اور مولانا روم رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اپنے انداز میں اس کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید
و زمرے آں دست و پاہا شاں برید

آیت نمبر(۴)

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُکْرَةً وَّ اَصِیْلًا

اے نبی بیشک ہم نے آپ کو مشاہدہ فرمانے والا خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ (اے لوگو) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح وشام اللہ کی پاکی بیان کرو (سورہ فتح، آیت نمبر۹)

Marfat.com

فوائد:--- اس آیت مبارکہ سے چند فوائد اور سبق ہمیں حاصل ہوئے- سب سے پہلی اور اہم بات تو یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اپنے محبوب کو اطاعت کرنے والوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور نافرمانوں کے لیے اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا بناکر بھیجا- یعنی ہم نے ان کو دین اسلام کے احکامات دے کر بھیجا- اب اس دین اسلام کے بھیجنے کی تین وجہ بیان کی گئی کہ اس دین اسلام کے بھیجنے اور قرآن کے نازل کرنے کا مقصد صرف تین باتیں ہیں- ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا جائے- اور دوسرا یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی جائے- اور تیسرا یہ کہ اللہ کی عبادت کی جائے- اس سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ادب و احترام کی اہمیت کا پتہ چلا کہ آپ کی تعظیم وتوقیر دین اسلام کا مقصد اولین ہے یعنی یوں کہئیے کہ دین کی روح اور ایمان کی جان ہے- بقول علامہ اقبال علیہ الرحمہ ؎

مغز قرآن روح ایمان جان دین
ہست حب رحمت للعالمین

جس کے پاس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی محبت اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ادب نہیں اس کے پاس نہ دین ہے نہ ایمان- نہ توحید ہے نہ اسلام- خواہ وہ کتنا ہی عابد وزاہد کیوں نہ ہو- اگر تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نہیں تو کچھ نہیں- اسی لیے ابن تیمیہ نے لکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بے ادبی دین و ایمان کے منافی ہے- جس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم کی اس نے تمام دین کو قائم کردیا- اور جس نے آپ کی توہین کی اس نے دین کو ساقط کردیا اور گرادیا

(الصارم ص ۲۱۱)

☆ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ادب و احترام کو دین و

Marfat.com

ایمان کا مقصد اولین قرار دینے کے بعد ..... وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ .....
فرما کے امر کے صیغہ کے ذریعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر
کرنے کا مسلمانوں کو حکم دیا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ
تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر فرض ہے۔ اگر کسی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ و آلہ وسلم کی ادنیٰ سی بھی گستاخی کردی تو وہ ایمان سے نکل جائے گا۔ خواہ
وہ کتنا ہی بڑا علامہ ہو محقق ہو عابد ہو یا زاہد ہو۔ اس کا علم اور عبادت اس کے
کچھ کام نہیں آئے گا۔ رب کو اپنے محبوب کی ادنیٰ سی گستاخی بھی گوارا نہیں۔
اسی لیے دوسرے مقام پر قرآن میں نبی کا ادب سکھاتے ہوئے فرمایا گیا کہ اگر تم
سے اتنی سی بے ادبی بھی ہوگئی کہ نبی کی آواز سے تمہاری آواز اونچی ہوگئی تو
تمہارے سارے اعمال بے کار چلے جائیں گے۔ جتنی تم نے نیکیاں کی ہیں سب
برباد ہوجائیں گی۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ادنیٰ سی
گستاخی بدترین کفر اور خدا کے سخت غضب اور ناراضگی کا باعث بنتی ہے۔

☆ اس آیت میں پہلے ایمان کا ذکر ہے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا اور آخر میں اللہ کی تسبیح وتقدیس یعنی اس کی عبادت،
کا۔ قرآن نے ان تینوں باتوں کو اس ترتیب سے ذکر فرما کے اس طرف اشارہ
کردیا کہ پہلے ایمان ہونا چاہیے پھر تعظیم رسول ہوتو وہ کارآمد ہے اور مفید ہے۔
اگر ایمان کے بغیر تعظیم رسول کی تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ جیسے ہندو یا عیسائیوں
اور انگریزوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شان میں کتابیں لکھی
ہیں۔ بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ لیکن چونکہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
وسلم پر ایمان نہیں لائے اس لیے ان کی اس تعظیم کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ
دراصل دکھلاوے کی تعظیم ہے ورنہ اگر حقیقت میں ان کے دل میں حضور صلی
اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم ہوتی تو ضرور اسلام لے آتے۔ پھر قرآن میں

Marfat.com

تعظیم رسول کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر پہلے تمہارے دل میں تعظیم رسول ہوگی تو اس کے بعد جو تم عبادت کروگے اس کا فائدہ ہوگا اور وہ عبادت تمہاری مقبول ہوگی۔ اور اگر بغیر تعظیم رسول کے تم نے عبادت کی تو اس عبادت کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تمہارے منہہ پر ماردی جائے گی۔ خواہ ساری زندگی عبادت اور تبلیغ میں گزارو اور لاکھوں کروڑوں روپے اللہ کی راہ میں خرچ کرو لیکن یاد رکھنا اگر تعظیم رسول نہیں تو کوئی نیکی بھی تمہارے کام نہیں آئے گی۔ ثابت ہوا کہ اچھے اور نیک اعمال کی قبولیت کا دارومدار تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر ہے۔

☆ اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کتنی تعظیم کی جائے.....؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں مطلقاً فرمایا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرو۔ اس میں کوئی قید نہیں لگائی گئی۔ لہٰذا اسلام میں جن چیزوں کو حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ مثلاً سجدہ وغیرہ۔ اس کو چھوڑ کر ہر قسم کی تعظیم کرنے کا ہمیں حکم ہے۔ لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات و صفات کی تعریف کرنا' اس کی شان بیان کرنا' اس میں عیب نہ نکالنا' ان کے نام کی تعظیم کرنا' کہ اس کو سن کر انگوٹھے چومنا' ان کے ذکر کی تعظیم کرنا' کہ کھڑے ہوکر صلواۃ و سلام پڑھنا' ان سے نسبت رکھنے والی ہر شی کا احترام کرنا' یعنی صحابہ و اہل بیت و اولیاء و صلحاء' مکہ مدینہ' مدینہ کے شجر و حجر' بلکہ اس کی خاک' الغرض ہر چیز کا ادب و احترام کرنا' اس آیت کی رو سے ہر مسلمان پر ضروری ہوگیا۔ (لہٰذا جو محبت سے ان چیزوں کو آنکھوں سے لگاتا ہے اور ہونٹوں سے چوم کر ان کی تعظیم تکریم کرتا ہے وہ دراصل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اللہ کے اس فرمان پر عمل کرکے اللہ کا پیارا بن جاتا ہے۔ اور جو ان کا ادب و

Marfat.com

احترام نہیں کرتا وہ درحقیقت تعظیم رسول سے انکار کرکے غضب خداوندی کو دعوت دیتا ہے)

☆ بعض لوگ عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے کہتے ہیں کہ تم تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعریف اور توقیر میں بہت مبالغہ کرتے ہو۔ حد سے زیادہ بڑھا دیتے ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تو قرآن پر عمل کرتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں ..... وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ..... فرما کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا۔ جب کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور قاضی عیاض و مبرد جیسے عظیم نحوی کے نزدیک "تعزروہ" کے معنی ہی یہ ہیں کہ انکی تعظیم میں مبالغہ کرو (شفاء شریف جلد ۲ر ص ۲۹) دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے کمالات کی تو کوئی حد ہی نہیں جو تعریف کرو گے حد میں رہے گی' حد سے بڑھ ہی نہیں سکتی۔

آیت نمبر(۵)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ' وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں' بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ نے واضح طور پر بتادیا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم خاتم النبین یعنی آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہوگیا۔ قرآن نے ایک دوسرے مقام پر اس کی وجہ بھی بیان فرمادی کہ ..... اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ

Marfat.com

عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ..... یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے دین اسلام پسند کرلیا۔ معلوم ہوا کہ جب دین اسلام مکمل ہوگیا اور اللہ کی نعمت تمام ہوگئی۔ تو اب کسی نئے نبی کے ذریعہ کسی نئے دین کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ یہ اللہ کے آخری نبی کے ذریعہ آخری شریعت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عطاء فرمائی ہے جو قیامت تک کے لیے ہے۔ اب اس تکمیل نعمت کے بعد نہ دوسری کوئی شریعت آئے گی نہ دوسرا کوئی دین آئے گا اور نہ کوئی دوسرا نیا نبیؑ گا.....! اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی قسم کے بھی یعنی ظلی بروزی اصلی عارضی کسی طرح کے بھی نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والے بھی مرتد اور کافر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ایک مقام پر فرمایا کہ ..... اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَ اَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ ..... کہ میں آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو (ابن ماجہ ص ۳۰۷)

یہ ایک اہم بات ذہن نشیں کرلی جائے کہ آیہ مبارکہ اور احادیث میں جو آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم خاتم النبین ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم آخری نبی ہیں اب آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء سابقین جن کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے پہلے نبوت ملی ہے وہ بھی نہیں آسکتے' یا زندہ نہیں رہ سکتے۔ مثلاً قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر سے زمین پر تشریف لائیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق کتابوں میں آتا ہے کہ وہ بعض علماء کے نزدیک نبی ہیں اور آج بھی زندہ ہیں۔ لیکن یہ نبی اب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں آئیں گے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ

Marfat.com

وسلم کے امتی بن کر رہیں گے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت پر عمل کریں گے۔ ان کا زندہ رہنا یا آسمانوں پر سے آنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی "ختم نبوت" کے خلاف نہیں۔

اسی پر قیاس کرکے کوئی جھوٹا نبی اگر یہ کہنے لگے کہ جس طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اسی طرح میرے نبی بن کر آنے سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ تو یہ اس کا قیاس غلط ہوگا کیوں کہ خاتم النبین کے یہ معنی نہیں کہ پچھلے نبی زندہ بھی نہیں رہیں گے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خالد کے لیے کہا جائے کہ یہ زید کا آخری لڑکا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ زید کے یہاں سب سے آخر میں یہ پیدا ہوا۔ اس کے بعد کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ پہلے جتنے لڑکے ہیں وہ سب فوت ہوگئے۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ یہ آخری لڑکا پہلے مرجاتا ہے اور پہلے والے بعد تک زندہ رہتے ہیں۔ بلا تشبیہ و بلا تمثیل اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو فرمایا کہ یہ میرے تمام نبیوں کے آخر میں آئے گا۔ یعنی اس کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس سے پہلے جن کو نبوتیں ملی ہیں وہ اگر ان کے زمانہ میں زندہ رہیں' یا آسمانوں پر سے تشریف لے آئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے "آخری نبی" ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ ہاں اگر کوئی نیا نبی آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو آخری نبی کہنا غلط ہوجائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا قول کبھی غلط ہو نہیں سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی قیامت تک آ ہی نہیں سکتا.....!

Marfat.com

آیت نمبر(٦)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے لوگو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرمانبرداری کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا' اور اللہ بہت بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے (سورہ آل عمران' پارہ ۳ر آیت ۳۱)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی بخشش اور اللہ کا محبوب بننے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع کی جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تو ہمارے سامنے نہیں۔ اب ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کیسے اتباع کریں.....؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث ہمارے سامنے موجود ہیں۔ جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اقوال و اعمال اور افعال کا ذکر ہے۔ تو گویا احادیث کی صورت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا پیکر جمال ہمارے سامنے موجود ہے۔ اب ہم ان کو دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع کرسکتے ہیں اور اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں۔

بعض گروہ اور فرقے ایسے بھی پیدا ہوگئے ہیں جو احادیث کو نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے صرف قرآن کافی ہے۔ احادیث چونکہ ناقابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہیں لہٰذا ان پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں۔ لیکن مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے اس نظریہ اور عقیدہ کا رد ہورہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت و نجات اور اپنی محبوبیت کو موقوف کردیا ہے حضور صلی اللہ

Marfat.com

تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع پر اور ظاہر کہ اب احادیث کے بغیر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا اتباع ممکن نہیں.....! لہٰذا ماننا پڑے گا کہ احادیث کو مانے بغیر اور ان پر عمل کیے بغیر نجات ممکن نہیں۔ اور قرآن کے ساتھ ساتھ احادیث پر بھی عمل کرنا ضروری ہے۔ اگر صرف قرآن پر عمل کرنا کافی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہاں یہی فرماتا کہ میرے قرآن پر عمل کرلو۔ لیکن اس کے بجائے فرمایا کہ میرے محبوب کی اتباع کرو۔ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ قرآن کے ساتھ ساتھ میرے محبوب کی احادیث پر بھی عمل ضروری ہے۔

اور اگر قرآن کی دوسری آیات کو دیکھا جائے تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ بغیر حدیث کے قرآن پر عمل کرنے کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے۔ وہ حدیث رسول کے بغیر قرآن پر بھی عمل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ..... **وَ اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ** ..... ہم نے آپ کی طرف ذکر یعنی قرآن نازل کیا تاکہ آپ لوگوں سے بیان کریں جو احکام ان کی طرف نازل کیے گئے ہیں۔ دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ..... **وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ** .....کہ ہم نے اپنا محبوب اس لیے بھیجا ہے کہ وہ ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی آیات اور مضامین کی تشریح وہ ہی اللہ کے یہاں مقبول ہے جو اس کے بھیجے ہوئے "معلم کتاب و حکمت" یعنی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس کی تشریح فرمائیں۔ کیونکہ آپ کو بھیجا ہی اس لیے گیا ہے کہ آپ اس کی تشریح کرکے لوگوں کو بتائیں۔ لہٰذا اب اگر کوئی اپنے ذہن سے قرآنی آیات کے نئے نئے معانی نکالے تو وہ اس کی تشریح قابل قبول نہیں ہوگی۔ بلکہ گمراہی اور ضلالت ہوگی۔ قرآن کی تشریح وہ ہی مقبول ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمائی ہے اسی کا نام احادیث

Marfat.com

ہے۔ لہٰذا جو احادیث پر عمل کرے گا وہ ہی صحیح معنوں میں قرآن پر عمل کررہا ہے۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ دیکھیے قرآن نے تو صرف اتنا فرمایا کہ ..... **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ** ..... نماز قائم کرو لیکن نماز کسے کہتے ہیں.....؟ اس کی کیا شرائط ہیں کیا واجبات ہیں کیا فرائض و سنن ہیں.....؟ اس کا کیا طریقہ ہے.....؟ الغرض یہ کہ اذان سے لے کر رکوع و سجود اور سلام تک کے تمام افعال ہمیں احادیث سے پتہ چلے۔ اگر احادیث کو ہٹادیں اور قرآن کے حکم ..... **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ** ..... کے اپنے عقل سے معنی کریں تو لغت میں "صلواۃ" کے معنی "**تحریک الصلوین**" یعنی کولہے ہلانے کے آتے ہیں۔ تو گویا عقلی لحاظ سے "**اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ**" کے معنی یہ ہوئے کہ کولہے ہلاؤ۔ یعنی خوب رقص و سرور کی محفلیں قائم کرو (معاذاللہ) جب کہ یہ قطعاً قرآن کی منشاء نہیں بلکہ ایسا کرنا دین اسلام کے خلاف ہے۔ تو پتہ یہ چلا کہ قرآن کے احکامات مجمل ہیں اور ان کی تفصیل حدیث میں ہے۔ اور جو تفصیل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بیان فرمائی ہے وہ ہی اللہ کی رضا ہے۔ اور اسی پر عمل کرکے انسان اللہ کا محبوب بنے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حدیث کے بغیر قرآن پر عمل ہی ناممکن ہے۔

اور یہ بھی کہنا غلط ہے کہ حدیث ہمارے لیے اس لیے حجت نہیں کہ وہ ناقابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام نے اہل بیت اطہار نے اور بڑے بڑے محدثین نے ہزاروں احادیث ازبریاد کرکے ان کو باقاعدہ لکھ کر ان پر خوب عمل کرکے جس طرح ان احادیث کی حفاظت کا اہتمام فرمایا اور بحفاظت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی احادیث ہم تک پہنچائی ہیں۔ ان کو دیکھتے ہوئے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ احادیث غیر معتبر ہیں یا ان کے ذرائع غیر معتبر ہیں۔ اور اگر بالفرض منکرین حدیث کی یہ بات درست ہو تو سوال

81334

Marfat.com

یہ ہے کہ قرآن بھی تو ان ہی ذرائع سے ہم تک پہنچا ہے۔ اگر یہ ذرائع غیر معتبر ہیں تو پھر معاذاللہ قرآن بھی غیر معتبر ٹھہرے گا۔ اس کا بھی انکار کردو' اس کو کیوں مانتے ہو.....؟ اور اگر اس کو مانتے ہو تو حدیث کو بھی مانو کہ دونوں چیزیں اسی ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ..... **اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**..... فرما کے قرآن وحدیث دونوں کی اطاعت اور دونوں پر عمل کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ اور ..... **یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً** ..... اے لوگو میں تم سب لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں------ اس ارشاد نے یہ بھی واضح کردیا کہ آپ کی اطاعت صرف آپ کے زمانہ کے صحابہ پر ہی ضروری نہیں تھی بلکہ آپ ساری کائنات کے لیے رسول بن کر آئے ہیں۔ لہٰذا قیامت تک آنے والی مخلوق خدا کے لیے آپ کی اطاعت ضروری ہے اور آپ کے فرمان پر عمل ضروری ہے۔ اور یہ احادیث جس طرح صحابہ کے لیے حجت تھیں۔ اسی طرح ہمارے لیے بھی حجت ہیں۔

آیت نمبر(۷)

وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِھَۃً یُّعْبَدُوْنَ

اور جو رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ان سے پوچھیئے کیا ہم نے رحمٰن کے سواء کچھ اور معبود بنائے جن کی عبادت کی جائے (سورہ الزخرف' پارہ ۲۵ر آیت ۴۵)

فوائد:---اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ اے محبوب آپ ان نبیوں سے پوچھئے جو آپ سے پہلے گزر گئے ہیں کہ کیا ہم نے رحمٰن کے

Marfat.com

سوا کچھ اور معبود بھی بنائے ہیں۔ جب کہ پوچھا اس سے جاتا ہے جو زندہ ہو سنتا ہو اور جواب دے سکتا ہو۔ تو جو انبیاء اس عالم سے پردہ فرما گئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت نبی کریم کے زمانہ میں ان انبیاء کو وفات پائے ہوئے ہزاروں اور لاکھوں سال ہو گئے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان انبیاء سے پوچھنے کا اور سوال کرنے کا اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ وفات کے بعد نئی زندگی عطاء فرمادیتا ہے۔ وہ اپنی قبروں مین زندہ بھی ہوتے ہیں۔ سوال کرنے والوں کے سوالوں اور فریاد کرنے والوں کی فریادوں کو سنتے بھی ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اگر انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہ ہوتے اور جیسا کہ بعض گستاخ لوگ کہتے ہیں کہ "انبیاء مر کر مٹی میں مل گئے وہ کچھ نہیں سن سکتے" اگر ان کا کہنا یہ درست ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے محبوب کو ان انبیاء سے مخاطب ہونے اور ان سے سوال کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ کیونکہ بے جان اور بے عقل پتھروں سے مخاطب ہونا اور سوال کرنا کسی عقلمند کا کام نہیں۔

☆ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ انبیاء اپنی قبروں میں مقید نہیں بلکہ وہ جب چاہتے ہیں تو عالم کی سیر بھی فرماتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے مقبول بندوں سے کلام بھی فرماتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے یہ نہیں فرمایا کہ کسی خط کے ذریعہ یا کسی تار یا ٹیلی فون کے ذریعہ ان سے پوچھئے یا ان کی قبر پر جاکر ان سے پوچھئے۔ نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کبھی تمام انبیاء کے مزارات پر گئے۔ لہٰذا اس آیت کے معنی یہ بنیں گے کہ اے محبوب وہ انبیاء آپ کے پاس آتے جاتے رہتے ہیں۔ آپ کا ان سے ملنا جلنا رہتا ہے کبھی معراج کی رات ان سے مسجد اقصیٰ میں ملاقات ہو رہی ہے تو کبھی آسمانوں پر ان سے ملاقات ہو رہی ہے۔ لہٰذا جب بھی ان سے ملاقات ہو تو آپ

Marfat.com

ان سے پوچھ لیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء عالم کی سیر بھی فرماتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ جو نبیوں کی حیات اور زندگی کو نہیں مانتے وہ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر نبی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں تو پھر ان کو غسل کیوں دیا گیا۔ دفن کیوں کیا گیا۔ اور پھر اللہ نے ان کے لیے یہ کیوں فرمایا ..... **اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ** ..... بیشک آپ پر موت آنی ہے اور یقیناً یقیناً انہیں بھی مرنا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ روح کے جسم سے نکل جانے کا نام موت ہے اور یہ ایک دفعہ انبیاء اور اولیاء اور عام انسانوں سب کو آئے گی۔ یعنی جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو اس کی روح اس کے جسم سے نکل جاتی ہے۔ اسی کو قرآن نے "**اِنَّکَ مَیِّتٌ**" اور "**کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ**" (جو بھی زمین پر ہے سب کو فنا ہے) اور "**کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ**" ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے سے تعبیر فرمایا۔ اور اسی کے باعث کفن دفن وغیرہ کے احکامات ان پر لاگو ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری اور انبیاء کی موت میں فرق یہ ہے کہ ہماری روح جسم سے نکل کر جسم کو چھوڑ دیتی ہے اس کی حفاظت نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے جسم گل سڑ جاتے ہیں۔ لیکن انبیاء و اولیاء کی روحیں اپنے جسموں کو چھوڑتی نہیں بلکہ اپنے جسموں سے ان کا تعلق مزید قوی ہوجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے جسم گلتے نہیں۔ خراب نہیں ہوتے۔ قیامت تک قبروں میں تروتازہ رہتے ہیں۔ اور ان کی سننے دیکھنے وغیرہ کی طاقتیں پہلی زندگی سے کہیں زیادہ ہوجاتی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کو زندہ کہا جاتا ہے۔

آیت نمبر(۸)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں شعور نہیں

Marfat.com

فائدہ:--- اس آیت سے معلوم ہوا کہ شہید مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں۔ ان کو مردہ نہیں کہنا چاہیے بلکہ دوسرے مقام میں تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا کہ شہیدوں کے مردہ ہونے کا گمان بھی نہ کرو۔ ان کے مردہ ہونے کا خیال بھی نہ لاؤ۔ تو یہاں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ شہید جو اللہ اور اس کے رسول کے نام پر جان دیتا ہے جب اس کا یہ مقام ہے کہ اس کو مردہ کہنے اور مردہ گمان کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ منع فرمارہا ہے اور اس کی ابدی حیات اور زندگی کا اعلان فرمارہا ہے تو پھر جس کے نام پر جان دی ہے وہ نبی کیوں نہ زندہ ہوگا.....؟ جب نبی کے ایک شہید امتی کی یہ شان ہے تو نبی تو اپنے امتی سے کہیں بلند و بالا مرتبہ کا مالک ہوتا ہے۔ پھر ان کے زندہ ہونے میں کیسے شک کیا جاسکتا ہے۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء اپنے اپنے مزارات میں زندہ ہیں اور حی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری کی شرح فتح الباری میں حیات انبیاء پر یہی استدلال فرمایا ہے۔ جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا زندہ ہونا ایک تو اسی طرح سے ثابت ہے کہ آپ کا شہید سے کہیں بلند و بالا مرتبہ ہے۔ جب قرآن کی اس آیت کی رو سے شہید زندہ ہیں تو ان کے آقا و مولیٰ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بدرجہ اولیٰ زندہ ہیں اور حی ہیں۔ اور دوسرے طریقہ سے آپ کا حی اور زندہ ہونا اس طرح بھی ثابت ہے کہ آپ خود شہید ہیں۔ کیونکہ مرض وفات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے خود فرمایا تھا کہ مجھے خیبر میں جو زہر آلود گوشت دیا گیا تھا جس کا میں نے ایک لقمہ کھایا تھا اس کی تکلیف مجھے ہمیشہ محسوس ہوتی رہی اور اسی کی وجہ سے آج میری رگ جان منقطع ہورہی ہے (انباء الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء' لسیوطی ص ۱۴۹ر بحوالہ امام بخاری و امام بیہقی)

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات اس زہر کی وجہ سے ہوئی لہٰذا یہ آیت مبارکہ آپ پر بھی صادق آتی ہے کہ آپ اللہ کی راہ میں مارے گئے۔ اس لیے آپ شہید ہیں زندہ ہیں۔ قران کے ارشاد کے مطابق آپ کو مردہ کہنا تو دور کی بات رہی مردہ گمان کرنا بھی جائز نہیں۔ اب اگر کوئی نبی کو یہ کہتا ہے کہ نبی مرگئے اور اب زندہ نہیں ہیں تو وہ قرآن کے خلاف کرتا ہے۔ قرآن نے جس چیز سے منع کیا ہے وہ ہی بات کہہ کر وہ خدا کے غضب اور عذاب کو دعوت دے رہا ہے۔ تعجب ہے ایسے لوگوں پر جو شہید کی زندگی تو مان لیتے ہیں لیکن نبی کی حیات اور زندگی کو نہیں مانتے۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی تو شہید کی زندگی سے کہیں زیادہ ہے۔ دیکھیے شہیدوں کے وصال کے بعد ان کی جائیدادیں تقسیم ہوتی ہیں۔ ان کی بیواؤں سے نکاح کیا جاسکتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا مال نہ وراثت میں تقسیم ہوسکتا تھا اور نہ آپ کی ازواج مطہرات کے ساتھ کسی مسلمان کو نکاح کرنا جائز تھا۔ اس لیے کہ آپ زندہ تھے۔ اور کسی زندہ کی بیوی سے کوئی دوسرا نکاح نہیں کرسکتا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی حیات اور زندگی شہید کی حیات سے بھی کہیں زیادہ بڑھ کر ثابت ہے۔ اسی لیے معراج کی رات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے (بیہقی) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں (ابویعلی بیہقی فی کتاب حیات النبی) اسی لیے حضرت سعد بن مسیب فرماتے ہیں کہ جنگ حرہ میں جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو مسجد نبوی میں میں اکیلا ہوتا تھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی قبر انور سے اذان اور تکبیر کی آواز سنتا تھا (دارمی / ابونعیم / اخبار مدینہ / طبقات ابن سعد) ثابت ہوا کہ انبیاء کرام بالخصوص

Marfat.com

ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم زندہ ہیں اور حی ہیں۔

آیت نمبر(۹)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

بیشک تمہارے پاس جلوہ گر ہوگیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب (سورہ مائدہ پارہ ۶ر آیت ۱۵)

فائدہ:---اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تمام متقدمین اور متاخرین مفسرین حتیٰ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عظیم مفسر صحابی فرماتے ہیں کہ یہاں اس آیت میں نور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی اور کتاب سے قرآن پاک مراد ہے۔ بلکہ ملا علی قاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ شرح شفاء میں فرماتے ہیں کہ یہاں نور اور کتاب دونوں سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے۔ اور ان دونوں لفظوں کے درمیان "واوَ" یہ عطف تفسیری ہے۔ علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اپنے ایک شعر میں اسی مضمون کو یوں بیان فرمایا ؎

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

بہرحال اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں۔ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا (مواہب اللدنیہ ج ار ص ۹ / زرقانی ج ار ص ۴۲ / سیرت حلبیہ ج ار ص ۳۷ / حجت اللہ علی العالمین ص ۲۸) تو ثابت ہوا کہ کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے جس نور کو پیدا فرمایا تھا وہ نور بارہ ربیع الاول کو

Marfat.com

پیکر بشریت اور لباس آدمیت کے اندر آمنہ بی بی کے گود میں جلوہ گر ہوگیا۔

لہٰذا جن آیات اور احادیث میں آیا ہے کہ آپ بشر ہیں وہ بھی درست ہیں اور جن میں آیا ہے کہ آپ نور ہیں وہ بھی درست ہیں۔ ہمارا دونوں پر ایمان ہے۔ ہم آپ کو نور بھی مانتے ہیں اور بشر بھی مانتے ہیں۔ لیکن آپ کی بشریت عام آدمیوں کی طرح نہیں تھی بلکہ اس نور کی وجہ سے آپ کی بشریت بھی مصفی و مجلی اور نورانی ہوگئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں اپ کے جسم کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اس بات کا اقرار مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی کتاب امداد السلوک میں صفحہ ۸۶/۸۵ پر بھی کیا ہے۔ بلکہ انہوں نے لکھا ہے کہ آپ خود بھی نور تھے اور دوسروں کو بھی نور دیتے تھے۔ کیونکہ قرآن میں آپ کو "سراجا منیرا" فرمایا گیا۔ جس کے معنی روشن کرنے والے سورج کے ہیں۔ یعنی نور دینے والا۔ معلوم ہوا کہ آپ خود بھی نور تھے اور دوسروں کو بھی نور دیتے تھے اور ان کو بھی نورانی بنا دیا کرتے تھے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت طفیل بن عمر دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے تبلیغ اسلام کے لیے بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی خاص نشانی عطاء فرمادیجئے جس سے لوگوں کو یقین ہوجائے کہ میں آپ کا بھیجا ہوا ہوں اور وہ میری بات کو تسلیم کرلیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی انگلی مبارک ان کے ماتھے پر رکھ دی جس سے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا حصہ نورانی ہوگیا اور چمکنے لگا۔ انہوں نے عرض کیا کہ کہیں لوگ اس کو برص کا داغ نہ خیال کرلیں اس نور کو کسی دوسری جگہ منتقل فرمادیجئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی چھڑی کو اس روشن جگہ پر لگایا تو وہ روشنی اور نور اس چھڑی

Marfat.com

میں آگیا اور وہ چھڑی چمکنے لگی (مدارج النبوۃ، شیخ عبدالحق) اس سے ثابت ہوا کہ آپ ایسے نور ہیں کہ دوسروں کو بھی چمکا دیتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکادے چمکانے والے

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو کہیں بشر کہا گیا ہے تو کہیں عبد (بندہ) کہا گیا ہے جو بشر اور عبد ہوتا ہے وہ نور نہیں ہوتا۔ لہٰذا آپ بشر ہیں نور نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جبرئیل امین جب حضرت مریم **علیہا** السلام کے پاس آئے تو وہ انسانی اور بشری صورت میں آئے۔ چنانچہ قران کہتا ہے ..... **فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا** ..... تو ان کے سامنے وہ ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوئے (پارہ ۱۶ر رکوع ۵) یہاں اس آیت میں جبریل امین کو بشر کہا گیا۔ قرآن کی دوسری آیت مبارکہ ہے ..... **ہل عباد مکرمون** ..... یہاں تمام فرشتوں کو "عبد" اور اللہ کے بندے کہا گیا ہے۔ تو معلوم یہ ہوا کہ عبدیت و بشریت، نورانیت کے منافی نہیں۔ جبرئیل اور دیگر فرشتے جو نور سے بنے ہیں وہ "عبد اور بشر" کہلانے کے باوجود نورانی رہ سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بھی "عبد اور بشر" ہونے کے باوجود نورانی ہوسکتے ہیں۔ چونکہ اللہ نے آپ کے نور کو سب سے پہلے پیدا کیا اس لیے آپ کو نور کہا اور اس نور کو انسانی اور بشری لباس میں دنیا کے اندر مبعوث فرمایا۔ اس لیے آپ کو قرآن نے بشر بھی فرمایا۔ لہٰذا آپ نور بھی ہیں اور بشر بھی ہیں۔ دونوں میں کوئی تعارض اور منافات نہیں۔

☆ اس آیت مبارکہ میں کتاب یعنی قرآن کے ساتھ نور کا ذکر کرکے اس طرف اشارہ کردیا کہ کتاب بغیر نور اور روشنی کے نہیں پڑھی جاسکتی۔ اسی طرح یہ کتاب بھی یعنی قرآن حکیم بھی بغیر نور اور روشنی کے نہیں پڑھا جاسکتا۔

Marfat.com

اس کے لیے ایک خاص نور کی ضرورت ہے اور وہ ہے "نور مصطفیٰ" لہٰذا جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اقوال و اعمال یعنی احادیث رسول کی روشنی میں قرآن کو نہیں پڑھو گے قرآن ہرگز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ہم نے کتاب کے ساتھ نور اسی لیے بھیجا ہے کہ اس کتاب کو نور مصطفیٰ یعنی احادیث رسول کی روشنی میں پڑھنا۔ لہٰذا اس آیت میں ان لوگوں کا بھی رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ قرآن کافی ہے حدیث کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ قرآن اس نور مصطفیٰ یعنی احادیث کی روشنی کے بغیر تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتا۔

آیت نمبر(۱۰)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ (الاحزاب ۳۳/۳۲)

اے نبی کی (پاک) بیویو تم عورتوں میں سے کسی کی مثل نہیں۔

فائدہ:---اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ تم کسی عورت کی مثل اور برابر نہیں۔ تم سارے جہاں کی عورتوں سے افضل و اعلیٰ اور نرالی ہو۔ اور کوئی عورت تمہاری ہمسری اور برابری نہیں کرسکتی۔ ازواج مطہرات کو یہ بے مثل ہونے کا مقام حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نسبت اور تعلق کی وجہ سے حاصل ہوا۔ تو جب آپ کے تعلق سے آپ کی ازواج مطہرات تمام عورتوں میں بے مثل ہوگئیں تو خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ساری کائنات میں کیوں نہ بے مثل و بے مثال ہوں گے.....؟ ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو بے مثال بنا کر پیدا فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم جیسا نہ ہوا اور نہ قیامت تک

Marfat.com

کوئی ہو سکتا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث مبارک سے بھی ہوتی ہے کہ جب صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھ کر آپ کی طرح بغیر کچھ کھائے پیئے صرف کھجور پر افطار کرکے لگاتار روزے رکھنے شروع کیے تو ان کو ضعف لاحق ہوگیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ صوم وصال رکھتے ہیں اسی طرح ہم نے بھی رکھنا شروع کردیا۔ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ..... **اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ** ..... تم میں سے کون میرے مثل ہے۔ میں اس حال میں رات گزارتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے (بخاری جلد ار صفحہ ۲۴۶/ مسلم جلد ار صفحہ ۳۵۱/ ابوداؤد جلد ار صفحہ ۲۳۵)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ..... **اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰی** ..... کہ میں تمہارے مثل نہیں مجھے کھلایا اور پلایا جاتا ہے (بخاری جلد ار صفحہ ۲۴۶/ مسلم جلد ار ص ۳۵۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے یہ الفاظ فرمائے لیکن کسی صحابی نے اس کے جواب میں یہ نہیں عرض کیا کہ آپ تو ہماری طرح کے بشر ہیں۔ آپ کے بھی دو ہاتھ ہمارے بھی دو ہاتھ، آپ کی بھی دو آنکھیں ہماری بھی دو آنکھیں، بلکہ سب خاموش ہوگئے۔ ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اس ارشاد پر سب صحابہ کا ایمان اور یقین تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بے مثل و بے مثال ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی کوئی چیز بھی ہم جیسی نہیں۔ آپ کے ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، کان الغرض سر سے لے کر پاؤں تک ایک ایک عضو ایک ایک بال آپ کا بے مثل و بے مثال ہے۔ دیکھو ہماری آنکھیں صرف آگے دیکھتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی آنکھیں

Marfat.com

پیچھے حتیٰ کہ دل کی کیفیت خشوع و خضوع کو بھی دیکھ لیا کرتی تھیں (موطا امام مالک) ہمارے کان کے برابر سے کوئی آہستہ سے گزر جائے تو اس کے چلنے کی آواز نہیں سن سکتے۔ جب کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ساتوں آسمانوں سے اوپر معراج کی رات جنت میں تھے اور بلال زمین پر چل رہے تھے تو وہاں جنت میں بلال کے زمین پر چلنے کی آواز سن رہے تھے (بخاری و مسلم) ہمارے پسینہ میں بدبو آتی ہے۔ جب کہ نبی کے پسینہ میں مشک و عنبر سے بھی زیادہ خوشبو تھی۔ ہمارا خون حرام ہے۔ اس کو اگر کوئی چکھ بھی لے تو سخت گنہگار ہوگا اور جہنم کی سزا کا مستحق ہوگا۔ لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے خون مبارک کو حضرت مالک بن سنان نے پی لیا تو آپ نے فرمایا اب تجھے دوزخ کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی (شفاء' قاضی عیاض ص ۶۴) اسی لیے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

وَ اَحْسَنُ مِنْکَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَیْنِیْ

وَ اَجْمَلُ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

کہ آپ ایسے بے مثل و بے مثال ہیں کہ آپ جیسا حسین ۔ میری آنکھ نے دیکھا اور نہ آپ جیسا جمیل کسی ماں نے جنا۔ آپ کی ہر چیز بے مثال ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان احادیث سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کسی کے مثل نہیں بلکہ بے مثل و بے مثال ہیں۔ جب کہ قرآن میں آتا ہے ..... قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ..... کہہ دیجئے کہ میں تمہاری مثل بشر ہوں (سورہ کہف آیت ۱۱۰) تو بظاہر یہ آیت ان احادیث کے خلاف معلوم ہوتی ہے.....؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت احادیث کے خلاف نہیں کیوں کہ جس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ میں تمہارے مثل ہوں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ معبود اور خدا نہ ہونے میں میں تمہارے مثل ہوں۔ جس طرح

Marfat.com

تم معبود نہیں اسی طرح میں بھی معبود نہیں۔ لیکن جس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارے مثل نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی بھی چیز میں کوئی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مثل نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہرچیز میں بے مثل و بے مثال ہیں۔ لہٰذا آیت اور احادیث دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔

آیت نمبر(۱۱)

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ مَا نَرٰکَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا

پس اس قوم کے سردار جو کافر تھے انہوں نے کہا ہم تو تمہیں اپنا جیسا بشر دیکھتے ہیں (سورہ ہود پارہ ۱۲ر آیت ۲۷)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں کافروں کا قول نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ تم تو ہم جیسے بشر ہو۔ معلوم ہوا کہ نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہنا یہ کافروں کا طریقہ اور ان کا دستور ہے۔ اور بطور توہین نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہنے سے آدمی کافر ہوجاتا ہے۔ بلکہ دوسری آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پچھلے زمانہ میں کافروں پر ہم نے دردناک عذاب اسی لیے نازل کیا کہ وہ اپنے نبیوں کو بشر کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد رب العزت ہے .....

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ کَانَتْ تَّاْتِیْھِمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا فَکَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَی اللّٰہُ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ○ ..... اے حبیب کیا آپ کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں آئی جنہوں نے آپ سے پہلے کفر کیا تو انہوں نے (دنیا میں) اپنے کام کا وبال چکھ لیا اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے' یہ اس لیے کہ ان کے رسول ان کے پاس روشن دلیلیں لے کر آتے تھے تو انہوں نے کہا کیا بشر ہمیں

Marfat.com

ہدایت کرے گا تو وہ کافر ہوگئے اور انہوں نے روگردانی کی اور اللہ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی اور اللہ بے نیاز اور حمد کیا ہوا ہے (سورہ تغابن آیت ٦) اس آیت سے معلوم ہوا کہ پچھلی امتوں پر عذاب اس لیے نازل ہوا کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ کافر ہوگئے۔ اور اللہ نے عذاب بھیج کر ان کو تباہ و برباد کردیا۔ ثابت ہوا کہ انبیاء کو اپنے جیسا بشر کہنا یہ کفر تک لیجاتا ہے اور خدا کے غضب وعذاب کا موجب بنتا ہے۔ لہٰذا نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہہ کر اپنا دین و ایمان اور آخرت برباد نہیں کرنا چاہیے۔

بعض لوگ اس زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو معاذ اللہ اپنے جیسا بشر کہتے ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ قرآن میں اللہ نے فرمایا ہے ..... **قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**..... اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "قل" فرما کر اپنے محبوب کو فرمایا ہے کہ آپ کہیں، یہ نہیں فرمایا ہے کہ تم بشر ہو، ہمیں کہنے کا حکم نہیں۔ لہٰذا نبی بطور تواضع اپنے آپ کو کہہ سکتے ہیں لیکن ہمیں حق نہیں پہنچتا کہ ہم ان کو اپنے جیسا بشر کہیں۔ اگر کہہ کے ان سے ہمسری اور برابری کا دعویٰ کریں گے تو کافر ہوجائیں گے۔

قرآن سے ثابت ہے کہ جس نے سب سے پہلے کسی نبی کو بشر کہا وہ شیطان تھا۔ اور اس کے بعد جنہوں نے بھی نبی کو اپنے جیسا بشر کہا وہ سب کافر تھے۔ کسی مسلمان کا قول قرآن میں ذکر نہیں۔ ہاں البتہ نبیوں کا رب یا خود نبی اپنے آپ کو بطور تواضع کے کہہ سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں کئی مقامات پر انبیاء نے اپنے آپ کو "**بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ**" کہا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم بھی ان کو کہنا شروع کردیں۔ ہم کہیں گے تو بے ادبی اور گستاخی کہلائے گی۔ جیسے قرآن میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ..... **رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا**

Marfat.com

..... کہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا ..... **اِنِّیۡ کُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ** ..... لیکن ہم یہ الفاظ اپنی طرف سے ان نبیوں کے لیے نہیں کہہ سکتے۔ اگر کسی نے معاذاللہ حضرت یونس علیہ السلام کو ظالم کہہ دیا تو وہ کافر ہوجائے گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے آپ کو اپنے امتیوں کا بھائی فرمایا۔ بطور تواضع آپ کا فرمانا درست ہے لیکن ہمیں ایسے عام الفاظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ قرآن نے ..... **لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا** ..... فرما کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو بشریا بھائی وغیرہ کے عام نام سے پکارنے سے منع فرمادیا۔

Marfat.com

آیت نمبر(۱۲)

عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ تعالیٰ غیب جاننے والا ہے اور وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر جنہیں اس نے پسند فرمالیا جو اس کے رسول ہیں (سورہ جن پارہ ۲۹ر آیت ۲۷)

فائدہ:--- اس آیت سے معلوم ہوا کہ "علم غیب" اللہ تعالیٰ ہر کسی کو عطاء نہیں فرماتا بلکہ اپنے رسولوں کو عطاء فرماتا ہے جو اس کے چنے ہوئے پسندیدہ اور برگزیدہ بندے ہوتے ہیں۔لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ "علم غیب" نبیوں کو بھی حاصل ہوتا ہے۔اور ہمارے نبی تو تمام نبیوں کے سردار ہیں۔ان کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا علم غیب عطاء فرمایا کہ کائنات کی ابتداء سے لے کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطاء فرمادیا۔اور اس کو قرآن کی اس آیت میں بیان فرمایا ..... **وَ عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَ کَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا** ..... اور آپ کو سکھادیا جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے (سورہ نساء آیت ۱۱۳)

اس آیت میں ما کا لفظ عام ہے یعنی جو کچھ نہیں جانتے سب چیزوں کا علم عطاء فرمادیا۔اس میں تمام قسم کے علم غیب آگئے۔جس علم کو دینے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنا فضل عظیم فرمائے اس علم غیب کی عظمت اور وسعت کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔اس علم کی وسعت کا مشاہد صحابہ کرام نے فرمایا۔چنانچہ حضرت عمربن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہین کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ایک دن صبح سے غروب آفتاب تک خطاب فرمایا۔پس آپ نے قیام قیامت تک ہونے والی ہر شی کی خبر دے دی (مسلم شریف / مشکواۃ)

Marfat.com

ثابت ہوا کہ غیب کی تمام باتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علم میں تھیں۔اب سوال یہ ہے کہ یہ غیب کا علم صرف نبیوں کو اور ہمارے نبی حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو ہے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی امت کے اولیاء کو بھی ہے.....؟ ۔تو آیئے قرآن سے پوچھیں.....! قرآن کہتا ہے ..... **وَ مَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٌ** .....اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا نبی علم غیب بتانے میں بخیل نہیں (سورہ تکویر آیت ۲۴) یعنی جس طرح بخیل پیسے بچا بچا کے رکھتا ہے اور کسی کو اس میں سے کچھ دیتا نہیں اس طرح ہمارا نبی علم غیب کے معاملہ میں بخیل نہیں۔کہ وہ کسی کو کچھ نہ بتائے۔بلکہ وہ اپنے پیاروں کو غیب کا علم عطاء فرمادیتا ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو علم غیب عطاء فرماتا ہے اور پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس کو اپنے صحابہ کرام اور اولیاء میں تقسیم فرمادیتے ہیں۔لہٰذا اولیاء کو جو علم غیب حاصل ہوتا ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔پھر ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا

كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِىْ

کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا جیسے چند رائی کے دانے ملے ہوئے ہوں۔حضرت بہاء الدین نقشبند رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر تمام روئے زمین پر اس طرح ہے جیسے اپنے ناخون کو دیکھ رہے ہوں کوئی چیز ہماری نظروں سے اوجھل نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبیوں اور ولیوں کو غیب کا علم نہیں ہوتا اور وہ دلیل کے طور پر وہ آیات لاتے ہیں جن میں آتا ہے کہ غیب صرف اللہ ہی جانتا

Marfat.com

ہے اس کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ کسی آیت میں آتا ہے کہ اے حبیب آپ کہہ دیجئے کہ میں علم غیب نہیں جانتا' حضور نے فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں کیا ہوگا۔ اس قسم کی آیات اور احادیث کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے اور اس کے سواء کوئی نہیں جانتا اور ذاتی طور پر یعنی خود بخود کوئی نبی اور کوئی ولی غیب نہیں جانتا بلکہ جو بھی غیب کا علم رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے اور اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے علم رکھتا ہے۔ لہٰذا جہاں بھی علم غیب کی نفی ہے اس سے ذاتی علم غیب کی نفی مراد ہے۔ اور جہاں قرآن کی آیات میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبیوں ولیوں کو علم غیب حاصل ہے اس سے علم غیب عطائی مراد ہے۔ اگر یہ جواب نہ دیا جائے تو پھر تو قرآن کی آیات میں تعارض ہو جائے گا۔ حالانکہ قرآن میں تعارض نہیں۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ دونوں آیات درست ہیں۔ جہاں علم غیب کی نفی ہے اس سے ذاتی مراد ہے۔ اور جہاں پر علم غیب کا ثبوت ہے اس سے عطائی مراد ہے۔

آیت نمبر (۱۳)

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔

فائدہ:---اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم آج بھی سارے جہانوں کے لیے رحم و کرم فرمانے والے ہیں۔ اور ظاہر ہے کوئی رحم و کرم اسی وقت کرے گا جب وہ زندہ بھی ہو۔ اور جس پر رحم و کرم کرے اس کے حال سے واقف بھی ہو۔ اس کے قریب بھی ہو۔ اور اس کی مدد کرنے کی قدرت اور طاقت بھی رکھتا ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میرا محبوب سارے جہانوں پر اتنا رحمت فرمانے والا ہے کہ سراپا

Marfat.com

رحمت بن کر آیا ہے۔تو اس سے پتہ یہ چلا کہ حضور زندہ بھی ہیں۔تمام جہان والوں سے قریب بھی ہیں۔ان کے حالات سے واقف اور باخبر بھی ہیں۔اور ان کی مدد کرنے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے ان کی دستگیری اور مشکل کشائی بھی فرما سکتے ہیں۔کیوں کہ یہ چیزیں اور اوصاف اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں نہ ہوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا رحمت للعالمین ہونا ثابت نہیں ہوسکے گا۔جبکہ قرآن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو رحمت للعالمین فرما رہا ہے۔لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہ تمام صفات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم میں موجود ہیں۔اسی کو آجکل کے عرف عام میں "حاضر و ناظر" کہتے ہیں۔

بعض لوگ حاضر کا مفہوم غلط سمجھتے ہیں کہ آپ جسمانی طور پر ہر جگہ موجود ہیں۔یہ معنی حاضر کے ہرگز نہیں بلکہ حاضر و ناظر کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے روضہ شریف میں جلوہ فرما ہو کر پچھلی امتوں اور اپنی امت کے بلکہ ساری کائنات کے قیامت تک آنے والے حالات سے باخبر بھی ہیں اور ان کو دیکھ بھی رہے ہیں۔اور اپنی روحانیت و علمیت اور دستگیری کے لحاظ سے ان سے قریب بھی ہیں اور ان پر رحم و کرم فرمانے اور ان کی مدد کرنے پر قدرت بھی رکھتے ہیں۔حاضر و ناظر کے اسی مفہوم کو اس آیت مبارکہ کے علاوہ رب کائنات نے قرآن پاک میں دوسرے مقام پر اس طرح بیان فرمایا ..... **اِنَّآ اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا** ..... اے حبیب ہم نے آپ کو بھیجا شاہد بنا کر خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا اور اللہ کے اذن سے اللہ کی طرف بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج بنا کر۔اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو شاہد فرمایا جس کے معنی متقدمین و متاخرین اپنے اور بیگانے سب مفسرین نے "گواہ" کے لکھے ہیں۔جب کہ گواہ وہ

Marfat.com

ہوتا ہے جو کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر گواہی دے۔گواہی کے اندر آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہوتا ہے (فتاویٰ شامی ح ۲ر ص ۴۱۱/ افاضات یومیہ' از اشرف علی تھانوی ح ۲ر ص ۲۸۱/ البحرالرائق ح ۷ر ص ۵۵) اب سوال یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو قرآن نے گواہ کیوں کہا.....؟ آپ کس چیز کی گواہی دیں گے.....؟ تو قرآن میں ہی دوسرے مقام پر اس کی وضاحت کردی گئی کہ آپ اپنی امت اور پچھلے نبیوں اور ان کی امتوں کے اعمال کی گواہی دیں گے (سورہ بقرہ آیت ۱۴۳/ سورہ نساء آیت ۴۱) تو ثابت ہوگیا کہ اولین و آخرین کے تمام اعمال پر اور ان کے تمام احوال پر آپ کی نگاہ ہے اور آپ اس سے باخبر ہیں جب ہی تو آپ گواہی دیں گے۔اگر باخبر نہ ہوں تو آپ ان کے گواہ کیسے بنیں گے۔جب کہ قرآن آپ کو ان سب کا گواہ بتا رہا ہے۔لہٰذا ثابت ہوگیا کہ آپ حاضروناظر ہیں.....!

اور اسی حاضروناظر کی مزید تشریح اسی آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو "سراجا منیرا" یعنی چمکانے والا آفتاب کہہ کے فرمادی کہ جس طرح سورج آسمان پر ہوتا ہے لیکن اس کی روشنی سارے جہاں میں موجود ہوتی ہے۔اسی طرح میرا محبوب بھی آسمان نبوت کا وہ سورج ہے جو جسمانی لحاظ سے اپنے روضہ شریف میں جلوہ فرما ہے لیکن اپنی روحانیت و علمیت اور دستگیری کے لحاظ سے وہ ہر جگہ جلوہ گر ہے۔اسی کو سرکار دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں بیان فرمایا۔آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تمہارا پیش خیمہ ہوں اور میں تمہارا گواہ ہوں اور مجھے اللہ کی قسم ہے بیشک میں ابھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں

(بخاری شریف جلد دوم ص ۹۷۵)

دوسری صحیح حدیث میں آتا ہے کہ نماز خسوف میں آپ نے ہاتھ بڑھایا

Marfat.com

اور کسی چیز کو پکڑنا چاہا پھر نماز کے بعد صحابہ کے استفسار پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ توڑنا چاہا۔اگر میں لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے (بخاری کتاب الاذان)

ان آیات اور احادیث سے ثابت ہوا کہ جب یہاں سے بیٹھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت اور حوض کوثر کو دیکھ رہے ہیں اور وہاں تک آپ کا ہاتھ بھی پہنچ سکتا ہے تو پھر روضہ شریف میں رہ کر سارے جہاں میں پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو کیوں نہیں دیکھ سکتے.....؟ ان تک آپ کا ہاتھ کیوں نہیں پہنچ سکتا.....؟ قرآن وحدیث سے یہ چیز ثابت ہوگئی کہ ہمارے احوال پر آپ کی نگاہ بھی ہے اور ہماری فریاد پر آپ کو ہماری دستگیری کی طاقت و قدرت بھی ہے.....!

آیت نمبر(۱۴)

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

رسول کے پکارنے کو ایسا نہ بنالو جیسا تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو

(سورہ نور' پارہ ۱۸ر آیت ۶۳)

فوائد:--- اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمادیا کہ ہم نبی کو اس طرح پکاریں جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں۔یعنی آپس میں ہم ایک دوسرے کا نام لے کر اور عام الفاظ سے پکارتے ہیں۔مثلاً بھیا' چچا جی' بابا' بابو جی' اے میاں وغیرہ وغیرہ۔لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کا نام لے کر یا محمد و یا احمد وغیرہ کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں اور نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے "بشر" جیسے عام الفاظ استعمال کرنے کی اجازت ہے۔بلکہ اس آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ حضور صلی اللہ

Marfat.com

تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کو ادب واحترام والے القاب کے ساتھ پکارو۔ یہی یارسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا رحمتِ للعالمین کہو۔ لہٰذا ثابت ہوگیا کہ اس آیت کے بموجب اور رب کے حکم کے مطابق نہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کو یا محمد یا احمد نام لے کر پکارنا چاہیے اور نہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کے لیے عام الفاظ مثلاً آپ ہمارے جیسے بشر ہیں، یا آپ ہمارے بڑے بھائی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے الفاظ بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کی شان کے لائق نہیں اور ان عامیانہ الفاظ کا استعمال حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کے جائز نہیں۔ قرآن وحدیث میں جہاں بھی نبی کے لیے "بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" آیا ہے وہ یا تو رب نے ان کو کہا ہے یا خود نبی نے اپنے آپ کو کہا ہے۔ جب کہ رب ان کا خالق ہے اس کو ہی نبیوں کے لیے یہ الفاظ کہنے کا حق ہے۔ اور بطور تواضع خود نبیوں کو بھی اپنے لیے یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس کو دیکھ کر کسی عام آدمی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بھی نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے لگے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بادشاہ کوئی حاکم یا بڑا افسر لوگوں سے بطور تواضع کے کہے کہ میں آپ کا خادم ہوں۔ تو وہ کہہ سکتا ہے لیکن اس کو سن کر دوسرے بھی اگر اس کو اپنا خادم کہنے لگیں تو وہ بے ادب اور لائق سزا ٹھہریں گے۔ یہی حال یہاں ہے کہ نبیوں نے بطور تواضع کے اپنے آپ کو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں۔ اب یہ سن کر بعض بے ادبوں نے بھی نبیوں کو ایسا کہنا شروع کردیا تو قرآن کہتا ہے وہ اس بے ادبی پر کافر ہوگئے .... فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا .... تو انہوں نے کہا کہ کیا (یہ) بشر ہمیں ہدایت کرے گا، تو وہ کافر ہوگئے (سورہ تغابن آیت ٦) لہٰذا اگر کوئی نبی کو اپنے جیسا بشر کہے یا عام سا لفظ ان کے لیے استعمال کرکے ان کی توہین کرتا ہو تو وہ اپنے ایمان کی فکر کرے کہ کہیں ان کا ایمان نہ چلا جائے اور اس آیت کی رو سے کہیں وہ کافر ہی نہ ہوجائے۔

Marfat.com

اس آیت مبارکہ سے دوسرا سب سے اہم فائدہ اور سبق ہمیں یہ حاصل ہوا کہ نبیوں اور ولیوں کو پکارنا جائز ہے۔کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس طرح آپس میں ایک دوسرےکو پکارتے ہو اس طرح نہ پکارو یعنی عام الفاظ سے۔اور نام لے کر نہ پکارو بلکہ اچھے القاب سے یا رسول اللہ یا رحمت للعالمین کے پیارے پیارے القاب سے پکارو۔ثابت یہ ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبیوں اور ولیوں کو پکارنا اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہے وہ غلط ہے بلکہ اچھے القاب کے ساتھ نبی کو پکارنا اور یا رسول اللہ کہنا نہ صرف جائز بلکہ قرآن کی اس آیت پر عمل کرنے کے باعث لائق اجروثواب ہے.....!

بلکہ ایک مقام پر تو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنے نبی کو پکارنے کا حکم دیا اور فرمایا ..... **قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً** .....

اے حبیب آپ فرمادیجئے کہ اے لوگو بیشک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (سورہ اعراف آیت نمبر ۱۵۸) جب کہ لوگوں سے مراد قیامت تک آنے والے تمام انسان مراد ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے تھے وہ بھی اور جو دنیا جہاں کے دوسرے کونوں اور علاقوں میں تھے وہ بھی اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں تھے وہ بھی اور جو بعد میں قیامت تک انے والے ہیں وہ بھی۔ان سب لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ اے محبوب آپ ان سب سے کہیے کہ **"یَا اَیُّھَا النَّاسُ"** یعنی اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔تو اگر کسی کو اللہ کو یا کہہ کر پکارنا اور بلانا اور ان کو مخاطب کرنا شرک ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ **"یَا اَیُّھَا النَّاس"** کہہ کے تمام دور و نزدیک اور حاضروغائب لوگوں کو پکارنے اور ان کو مخاطب کرنے کا حکم کبھی نہیں دیتا.....! جب کہ یہاں اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو **"یَا اَیُّھَا النَّاسُ"** کہہ کے پکارنے کا اپنے محبوب کو حکم دے رہا ہے۔تو ثابت ہوا

Marfat.com

کہ کوئی دور ہو یا نزدیک کوئی حاضر ہو یا غائب کوئی اس دینا میں ہو یا دوسرے جہاں میں ہو سب کو "یا" کہہ کے پکارنا شرک اور بدعت نہیں بلکہ اللہ کی اور اس کے رسول کی سنت ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو "یا ایہا الرسول" اور "یا ایہا النبی" کہہ کے کئی بار قرآن پاک میں پکارا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو یا محمد و یا رسول اللہ کہہ کے پکارنا شرک نہیں بلکہ مشکلیں حل کرنے والا وظیفہ ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں سن ہوگیا تو کسی نے ان سے کہا کہ اس کو یاد کرو جو تمہیں سب سے زیادہ پیارا اور محبوب ہو۔ تو انہوں نے اسی وقت کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) تو یہ کہتے ہیں ان کا پاؤں اسی وقت ٹھیک ہوگیا (الادب المفرد لامام بخاری ص ۱۴۲)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی پاؤں سن ہوگیا تھا اور انہوں نے بھی "یا محمداہ" کہا تو ان کا پاؤں بھی ٹھیک ہوگیا (شرح مسلم لنووی، کتاب الاذکار ص ۳۶) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد حضور کو اپنے اس شعر میں "یا" سے پکارا ؎

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتَ رِجَائَنَا
وَ کُنْتَ بِنَا بِرًّا وَ لَمْ تَکُ جَافِیًا

(زرقانی ۸/۲۸۴)

یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم) آپ ہماری امید گاہ تھے اور آپ ہم پر شفیق تھے اور سخت نہ تھے۔۔۔۔۔۔۔۔ کربلا کے میدان میں حضرت بی بی سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خون آلود زخموں سے چور لاش مبارک کو دیکھ کر اپنے نانا جان امام

Marfat.com

الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو یوں پکارا ..... یَا مُحَمَّدَاہ یَا مُحَمَّدَاہ صَلَّیٰ عَلَیْکَ اللّٰہُ وَ مَلَکُ السَّمَاءِ ھٰذَا حُسَیْنٌ بِالْعَرَاءِ مُزَّمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ یَامُحَمَّدَاہُ وَ بَنَاتُکَ سَبَایَا وَ ذُرِّیَّتُکَ مُقْتَلَۃٌ تَسْفِیْ عَلَیْھَا الصَّبَا .....

یا محمداہ.....! یا محمداہ.....! آپ پر اللہ اور آسمانوں کے فرشتوں کا درود ہو یہ حسین بے گور و کفن پڑے ہیں۔خون آلود و اعضاء بریدہ۔یا محمداہ.....! آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کردیا گیا ہے اور ان پر خاک ہوا ڈال رہی ہے (البدایہ والنہایہ ج ۸ر ص ۱۹۳)۔۔۔۔۔۔۔۔ امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو پکارتے ہوئے یوں فریاد کی۔

یَا رَحْمَتَ لِّلْعَالَمِیْنَ اَدْرِکْ لِزَیْنِ الْعَابِدِیْنَ
مَحْبُوْسُ اَبْدِی الظَّالِمِیْنَ فِیْ مَوْکَبٍ وَّ الْمُنْذَھِمِ

اے رحمت للعالمین زین العابدین کی مدد کو پہنچو اس اژدہام میں وہ ظالموں کے ہاتھوں قید میں ہے۔الغرض ثابت یہ ہوا کہ اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں سے نبیوں اور ولیوں کو "یا" سے پکارنا نہ تو شرک ہے اور نہ ہی بدعت ہے بلکہ اہل بیت اطہار و صحابہ کرام اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بلکہ خود رب کائنات کی سنت ہے۔لہٰذا اہل سنت و جماعت جو "یا رسول اللہ" کہہ کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو پکارتے ہیں یا "یا شیخ عبدالقادر جیلانی" کہہ کے حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو پکارتے ہیں یہ شرک اور بدعت نہیں بلکہ قرآن و احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان آیات اور احادیث سے تو غیر خدا کو پکارنا جائز ثابت ہوتا ہے جب کہ قرآن کی دوسری آیات میں غیر خدا کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے۔مثلاً قرآن میں آتا ہے ..... فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا

Marfat.com

..... اور اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو (سورہ جن ۷۲/۱۸) اور دوسری آیت میں ہے ..... **وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ** ..... اور اس زیادہ گمراہ کون ہے جو خدا کے سواء کسی کو پکارے (سورہ احقاف ۴۶/۵) تو ان آیات اور پچھلی آیات اور احادیث میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے.....؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات اور احادیث میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ جن آیات میں غیر اللہ کو پکارنے سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد ہے معبود سمجھ کر پکارنا یعنی ان کو پوجنا اور ان کی عبادت کرنا۔ایسا پکارنا منع ہے۔اور بغیر معبود سمجھے پکارنا جائز ہے۔وہ خود قرآن و حدیث اور صحابہ کرام کے اقوال وافعال سے ثابت ہے۔جیسا کہ آیات اور احادیث ابھی گزریں۔اور عقل بھی یہ کہتی ہے کہ اگر ہر قسم کا پکارنا منع اور حرام ہو تو انسان دن میں نہ جانے کتنی ہی مرتبہ اپنی بیوی بچوں اور ملازموں کو بلاتا ہے اور پکارتا ہے۔یہ سب حرام ہوجائیں گے۔حالانکہ ان میں سے کوئی بھی حرام نہیں۔پتہ یہ چلا کہ قرآن میں جس بلانے کو حرام قرار دیا ہے وہ خاص قسم کا پکارنا ہے اور وہ معبود سمجھ کر پکارنا ہے' یہ حرام ہے۔اس کے سواء ہر قسم کا پکارنا خواہ کسی کو قریب سے پکارا جائے یا دور سے' مرنے سے پہلے پکارا جائے یا مرنے کے بعد۔اگر معبود سمجھ کر نہیں پکارا تو یہ سب جائز ہے۔

آیت نمبر(۱۵)

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا

اللہ نے فرمایا تو اچھا چار پرندے لے کر اپنے ساتھ ہلالو پھر ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو پھر انہیں بلاؤ تو وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے (سورہ بقرہ) ۲۶۰

Marfat.com

فوائد ---- اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا جا رہا ہے کہ انہوں نے اللہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے دکھایئے کہ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے۔ میں اس منظر کو اپنی آنکھ سے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرے دل کو قرار و طمانیت حاصل ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا ایسا کرو چار پرندے لو اور انہیں خوب کھلا پلا لو پھر انہیں ذبح کر کے ان کا قیمہ بنا کر چند پہاڑوں پر ان کا تھوڑا تھوڑا گوشت رکھ دو پھر ان مرے ہوئے پرندوں کو پکارو تو وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح کیا۔ جب ان چاروں کا گوشت پہاڑوں پر رکھ دیا تو پھر ایک ایک مردہ جانور کو اور پرندے کو اس طرح پکارا ....اے مرغ ....اے کبوتری .... اے گدھ ....اے مور........... تو وہ سب پرندے زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آگئے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ "مردوں" کو پکارنا جائز ہے۔ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مردوں کو پکارنا شرک ہے۔ لیکن اس آیت سے ثابت ہوا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ان مردہ پرندوں کو پکارو اور اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پکارا اور بلایا۔ اگر مردوں کو پکارنا شرک ہوتا تو نہ اللہ تعالیٰ ان کو یہ شرک کرنے کا حکم دیتا اور نہ حضرت ابراہیم جیسا نبی یہ شرکیہ کام کرتا۔ پتہ یہ چلا کہ مردوں کو پکارنا شرک نہیں بلکہ نبیوں کی سنت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے اولوالعزم صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اس عالم سے پردہ فرمانے کے بعد آپ کو بار بار مدد کے لیے پکارا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے ان کی مدد فرمائی۔ اگر وفات کے بعد کسی کو پکارنا شرک ہوتا تو صحابہ کیوں پکارتے..........؟ چنانچہ

Marfat.com

حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب نبوت کا دعویٰ کرنے والا جھوٹا نبی مسیلمہ کذاب سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی تو اس کے پاس اس وقت ساٹھ ہزار فوج تھی۔جب کہ مسلمانوں کے پاس اس وقت میدان میں بہت کم فوج تھی۔دشمن کی اتنی بڑی فوج کے حملہ کے باعث مسلمانوں کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔اس وقت میدان جنگ میں اسلامی فوج کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو مدد کے لیے یہ کہہ کر پکارا "یا محمداہ.....! یا محمداہ.....! اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی مدد پہنچی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمن کی اتنی بڑی فوج پر فتح ونصرت عطاء فرمادی۔اور مسیلمہ کذاب مارا گیا اور واصل بجہنم ہوگیا (البدایہ والنہایہ ۶/۳۲۴۔ابن اثیر ۲/۱۵۲۔طبری ۳/۲۵۰)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ غیر اللہ کو پکارنا' نبی کو پکارنا' دور سے پکارنا' وصال کے بعد پکارنا' مدد کے لیے پکارنا' ان میں سے کوئی بھی چیز شرک و بدعت نہیں بلکہ صحابہ کی سنت ہے۔اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں جب قحط پڑا اور بارش نہ ہونے سے لوگ بھوکے پیاسے مرنے لگے تو ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنی امت کے لیے اللہ سے بارش طلب فرمایئے ورنہ آپ کی امت ہلاک ہوجائے گی۔چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس کو خواب میں ملے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور ان کو بارش کی بشارت دو (البدایہ والنہایہ ۷/۹۲)

ثابت ہوا کہ وصال کے بعد بھی اللہ کے پیاروں کو پکارنا ان سے مدد طلب کرنا جائز ہے اور اللہ کے پیاروں کا اپنی قبروں میں رہ کر مدد فرمانا برحق

Marfat.com

ہے۔جیسے یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی فریاد کو سن کر اس کی مدد فرمائی۔اگر وصال کے بعد مدد کے لیے پکارنا شرک ہوتا تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جن کے ہم مقلد ہیں اور حنفی کہلاتے ہیں وہ کبھی بھی اپنے اس شعر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو پکار کر آپ سے فریاد نہ کرتے' آپ فرماتے ہیں۔

یَا اَکْرَمَ الثَّقَلَیْنِ یَا کَنْزَ الْوَرَیٰ
جُدْ لِیْ بِجُوْدِکَ وَ ارْضِنِیْ بِرِضَاکَ
اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْکَ وَ لَمْ یَکُنْ
لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِی الْاَنَامِ سِوَاکَ

اے ساری مخلوقات سے بزرگ ترین' اے نعمت الٰہی کے خزانے' اپنی سخاوت سے مجھے بھی نواز دیجئے' اور اپنی رضا سے مجھے بھی شاد کام فرمایئے' میں آپ کی سخاوت کا امید وار ہوں' کیونکہ تمام مخلوقات میں ابو حنیفہ کا آپ کے سواء کوئی نہیں ہے (مجموعہ قصائد ص ۴۲) -------عبدالرحمٰن جامی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ جیسے عارف کامل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے فریاد کرتے ہوئے یوں پکارا۔

ز رحمت کن نظر بر حال زارم یارسول اللہ
غریبم بے نوایم خاکسارم یارسول اللہ
(کلیات جامی)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے استغاثہ کرتے ہوئے اشعار کی زبان میں یوں کہا۔

وَ صَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ وَ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
وَ یَا خَیْرَ مَاْمُوْلٍ وَ یَا خَیْرَ وَاھِبٖ

Marfat.com

وَ یَا خَیْرَ مَنْ یُرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ
وَ مَنْ جُوْدُہٗ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ

اے افضل خلائق ذات آپ پر اللہ کا درود ہو' اے بہترین امید گاہ اور بہترین عطاء فرمانے والے' اے وہ بہترین ذات جس سے مصیبتوں اور آفتوں سے نجات دلانے کی امید کی جاتی ہے' اے وہ کہ جس کی سخاوت برسنے والے بادلوں سے بھی کہیں زیادہ ہے (اَطْیَبُ النِّعَمْ)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی بارگاہ میں یوں فریاد کناں ہیں۔

یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے
اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آجکل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

مولوی اشرفعلی تھانوی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سے مدد طلب کرتے ہوئے یوں پکارتے ہیں۔

یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ
اَنْتَ لِیْ الْاِضْطِرَارِ مُعْتَمِدِیْ
لَیْسَ لِیْ مَلْجَاءٌ سِوَاکَ اَغِثْ
مَسَّنِیَ الضُّرُّ سَیِّدِیْ وَ سَنَدِیْ

اے بندوں کی شفاعت فرمانے والے' میری دستگیری فرمایئے' آپ مشکلات میں میری آخری امید ہیں' آپ کے سواء میرا کوئی ملجاء و ماویٰ نہیں' اے میرے آقا میری فریاد سنیئے' میں تکلیف و مصیبت میں گرفتار ہوں۔

نواب صدیق حسن خان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو مشکل

Marfat.com

کشا سمجھتے ہوئے یوں پکارتے ہیں ؂

یَا سَیِّدِیْ یَا عُرْوَتِیْ وَ وَسِیْلَتِیْ
یَا عُدَّتِیْ فِیْ شِدَّۃٍ وَ رَخَاءٍ
شَفَعَتْ جَاھِکَ ضَارِعًا مُتَذَلِّلًا
مَا لِیْ وَرَاءَکَ صَارِفَ الضَّرَّاءِ

اے میرے آقا' اے میرے سہارے اور میرے وسیلہ' اے میری سختی و نرمی کی حالت کے سازوسامان' میں نے نہایت عاجزی و انکساری سے آپ کی عزت و جاہ کو شفیع بنایا' کیونکہ میرے لیے آپ کے سواء تکلیف و مصیبت کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔یعنی آپ کے سواء کوئی مشکل کشا نہیں۔

الغرض آیات و احادیث اور صحابہ و تابعین' تبع تابعین' ائمہ' صوفیاء' علماء' اور عرفاء کے اقوال و اشعار سے ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالٰی کے علاوہ کسی کو پکارنا' وصال کے بعد پکارنا' نزدیک سے پکارنا یا دور سے پکارنا' مدد کے لیے پکارنا' ان سے استغاثہ کرنا' فریاد کرنا' ان کو مشکل کشا کہنا' ان میں سے کوئی سی بھی چیز شرک نہیں بلکہ جائز اور تمام اسلاف کی سنت ہے۔

آیت نمبر (۱۶)

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَاشْھَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ

پھر جب عیسٰی علیہ السلام نے ان کے کفر کو محسوس کیا تو آپ نے کہا کون میرے مددگار بنتے ہیں اللہ کی طرف' حواریوں نے کہ ہم مدد کرنے والے ہیں اللہ کے دین کی' ہم ایمان لائے اللہ پر آپ (اے نبی) گواہ ہوجائیں کہ ہم مسلمان ہیں
(سورہ آل عمران' پارہ ۳ر آیت ۵۲)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے

Marfat.com

حواریوں اور ساتھیوں سے مدد طلب کر رہے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے مدد طلب کرنا کفر اور شرک نہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے۔ حالانکہ ان کا یہ کہنا غلط ہے۔ اگر غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو شرک مٹانے کے لیے آئے تھے وہ کبھی اپنے حواریوں سے جو غیر اللہ ہیں مدد طلب نہ کرتے.....!

اسی طرح دوسرے مقام پر مسلمانوں کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے کہ ..... **وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ** ..... اور اگر وہ (مسلمان تم سے دین میں مدد طلب کریں (جہاد میں) تو تم پر ان کی مدد کرنا واجب ہے (سورہ انفال' پارہ ۱۰ر آیت ۷۲) یہاں اس آیت میں بھی مسلمان اللہ تعالیٰ سے نہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں سے جو غیر اللہ ہیں ان سے مدد طلب کررہے ہیں۔ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ وہ مشرک ہوگئے میرے بجائے تم سے مدد طلب کررہے ہیں لہٰذا ان کی مدد نہ کرو۔ بلکہ فرماتا ہے کہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کی مشکل کے وقت میں مدد کرنا تم پر واجب ہے۔ ان دونوں آیات سے ثابت ہوا کہ مشکل کے وقت غیر اللہ سے مدد طلب کرنا کفر و شرک نہیں بلکہ انبیاء اور صحابہ کی سنت ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بھی غیر اللہ سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی کا جانور وغیرہ جنگل میں بھاگ جائے یا کوئی حاجت پیش آئے اور مدد کی ضرورت ہو تو اسے چاہیے کہ یوں کہے ..... **يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ' يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ** ..... یعنی اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

اسی مضمون کی حدیث دیگر صحابہ کرام سے بھی روایت ہے (طبرانی/

Marfat.com

ابویعلی/ فتاویٰ رشیدیہ/ حصن حصین/ مجمع الزوائد) اور اس حدیث کے متعلق علامہ ملا علی قاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور حاجت روائی کے سلسلہ میں بڑی مجرب ہے (الحرز الثمین) اسی طرح ایک جنگ میں بطلیموس بادشاہ نے دس ہزار کی فوج کے ساتھ مسلمانوں کے لشکر پر رات کے وقت اچانک حملہ کردیا جس سے مسلمان گھبرا گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو مدد کے لیے پکارا اور کہا ..... **وَا غَوثَاہُ وَا مُحَمَّدَاہُ وَا سَلَامَاہُ کِیْدَ قَوْمِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ** ..... اے محمد رب کعبہ کی قسم میری قوم کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے ہماری مدد فرمایئے ہماری فریاد رسی کیجئے تاکہ یہ سلامت رہیں (واقدی) اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ کو نداء کرکے آپ سے استمداد کرتے تھے۔ مشکل وقت میں آپ سے مدد طلب کرتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے صدقہ میں ان کی مشکلیں آسان ہوجاتی تھی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن کی آیات اور احادیث سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور سے بھی مدد طلب کرنا جائز ہے اور نبیوں اور صحابہ نے مددیں طلب کی ہیں تو پھر قرآن میں یہ کیوں فرمایا گیا ہے کہ ..... **اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ** ..... کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اس آیت سے پتہ چل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ کسی کی عبادت جائز ہے نہ کسی سے استعانت اور مدد طلب کرنا جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں حقیقی مدد مراد ہے۔ یعنی "**اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ**" کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی کارساز سمجھ کر صرف تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ حقیقی مدد کرنے والا صرف وہ ہی ہے۔ باقی انبیاء و اولیاء جو بھی مدد کرتے ہی

Marfat.com

اور ان سے جو مدد طلب کی جاتی ہے وہ اللہ کا مظہر سمجھ کر محض واسطہ سمجھ کر ان سے مدد طلب کی جاتی ہے۔اور اس طرح یعنی کسی کو اللہ کا مظہر سمجھ کر ان سے مدد طلب کرنا شرک نہیں۔ہاں اللہ کے مقابلہ میں اس جیسا خدا معبود جان کر مدد طلب کرنا جیسا کہ مشرکین عرب بتوں کو معبود سمجھ کر مدد طلب کرتے تھے۔ایسا کرنا شرک ہے۔اگر "**اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ**" کے یہ معنی لیے جائیں کہ کسی کی کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہے تو دن میں آدمی نہ معلوم کتنے کاموں میں لوگوں سے مدد طلب کرتا ہے۔کہیں بیوی سے کھانا طلب کرتا ہے تو بچوں سے پانی منگاتا ہے' حکیم سے دوا لیتا ہے' وکیل سے پولیس تھانہ دار سے' ایم پی اے' ایم این وغیرہ سے سیکڑوں کاموں میں مدد طلب کرتا ہے تو کیا یہ سب شرک ہوگیا۔اور اس طرح تو دنیا میں کوئی بھی مسلمان نہیں رہا۔معلوم ہوا کہ **ایاک نستعین** کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی مددگار سمجھ کر صرف خدا کی مدد طلب کی جاتی ہے۔اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں" جبکہ دوسری آیت میں فرمایا کہ اللہ اس کا رسول اور مومنین تمہارے دوست ہیں (سورہ مائدہ ۵/۱۵۵) ان دونوں آیتوں کے درمیان بھی کوئی تعارض نہیں کیونکہ جن آیات میں اللہ کے علاوہ کسی کے مددگار نہ ہونے کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مددگار نہیں۔خواہ کوئی نبی ہو یا ولی جو بھی مدد کرتے ہیں وہ اللہ کے حکم اور اس کی اجازت سے اس کی طاقت سے مدد کرتے ہیں۔

آیت نمبر(۱۷)

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ

اور کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ رضی ہوجاتے اس چیز پر جو اللہ اور اس کے رسول

Marfat.com

نے ان کو دی اور وہ کہتے کہ اللہ ہمیں کافی ہے ہمیں عنقریب دے گا اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول' بیشک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت کرنے والے ہیں (سورہ توبہ' پارہ ۱۰ر آیت ۵۹)

فوائد:--- اس آیت سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ یہاں یہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دیتا ہے اور اس کا رسول بھی دیتا ہے۔اور ان دونوں کے دینے میں کوئی قید نہیں لگائی گئی کہ یہ کیا دیتے ہیں۔بلکہ مطلق رکھ کے اس طرف اشارہ کردیا کہ جو کچھ خدا دیتا ہے وہ مصطفیٰ کے ذریعہ دیتا ہے۔یعنی خدا کی ہر نعمت ہر ایک کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے ذریعہ ملتی ہے۔اسی کو حدیث پاک میں وضاحت کے ساتھ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ ..... اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِیْ ..... کہ جو کچھ خدا دیتا ہے اس کو تقسیم میں کرتا ہوں (بخاری ج ار ص ۱۶/ مشکواۃ ص ۳۲) معلوم ہوا کہ عزت و دولت' شہرت و اولاد' بیوی بچے' وزارت و حکومت' بادشاہت و ولایت و نبوت الغرض خدا کی ہر عطاء مصطفیٰ کے ذریعہ ملتی ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ دیتا ہے اور اس کا رسول بھی دیتا ہے۔معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی عطاء سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم بھی عطاء و بخششیں فرماتے ہیں' مخلوق کو فائدہ اور نفع پہنچاتے ہیں' ان کی دستگیری فرماتے ہیں' ان کی مشکلیں آسان کرتے ہیں' ان کو ہر آڑے وقت میں مدد دیتے ہیں' یہ سب عقائد رکھنے والا اللہ کا محبوب اور پسندیدہ ہے۔اور قرآن ایسے شخص کی تعریف کر رہا ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے---------- بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کسی کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتے وہ مجبور محض ہیں ان کے لیے یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ کچھ دے سکتے ہیں

Marfat.com

یا کسی کی بگڑی بنا سکتے ہیں یا مشکلیں آسان کرسکتے ہیں یہ سب شرک ہے (معاذاللہ) اور دلیل کے طور پر وہ یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ ..... **قُلْ لَا اَمْلِکُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ** ..... آپ فرما دیجئے کہ میں اپنی جان کے بھلے یا برے کا خود بخود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں جو نفع اور نقصان کی نفی کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس کے مالک نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ کی عطاء اور اس کی رضا کے مالک نہیں۔ اور کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتا اس کی اجازت کے بغیر۔ ہاں اس کی عطا اس کی رضا اور اجازت سے سب کچھ عطاء کرتا ہوں۔ نعمتیں بھی بانٹتا ہوں اور نفع و نقصان کا مالک بھی ہوں اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچاتا ہوں۔ اوپر والی آیت میں اسی کا ذکر ہے کہ اللہ کی عطاء سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہر چیز عطا فرماتے ہیں۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ داتا گنج بخش علی ہجویری کو داتا کہنا شرک ہے "داتا" صرف اللہ ہے۔ دوسروں کو داتا ماننا شرک ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ میں بھی داتا ہوں' میرا رسول بھی داتا' تو کیا یہ شرک ہوگیا.....؟ معلوم ہوا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی عطاء بھی ذاتی ہے اور اس کے محبوبوں کی عطا بھی ذاتی ہے' یہ شرک ہے۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ بغیر کسی سے لیے خود بخود دیتا ہے۔ جب کہ اس کے پیارے اپنے رب سے لے کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس کے دینے میں اور ان کے دینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کے داتا اور ان کے داتا ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ عقیدہ رکھنا شرک نہیں بلکہ اللہ کو پسند ہے' اللہ اس کی تعریف کر رہا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بھی فرمایا کہ میں رؤف و رحیم ہوں اور اپنے محبوب کے لیے بھی فرمایا کہ وہ بھی

Marfat.com

رؤف و رحیم ہیں۔ لیکن یہ شرک نہیں کیونکہ وہ خود بخود رؤف و رحیم ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اللہ کی عطاء سے رؤف و رحیم ہیں۔

آیت نمبر(۱۸)

وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ

اور میں شفاء دیتا ہوں' مادرزاد اندھے اور برص والے کو اور مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور میں تمہیں خبر دیتا ہوں اس چیز کی جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو (سورہ آل عمران' پارہ ۳ر آیت ۴۹)

فائدہ:--- بیماروں کو شفا دینا اور مردے زندہ کرنا یہ سب کام اللہ کے ہیں۔ لیکن اس آیت میں اللہ کے مقرب نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے لیے فرما رہے ہیں کہ میں اندھوں کو اور برص والوں کو شفاء دیتا ہوں اور میں مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ لیکن آگے انہوں نے فرمادیا کہ "باذن اللہ" کہ یہ سب کام میں اللہ کے اذن اور اس کے حکم اور اس کی عطاء سے کرتا ہوں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ کے پیاروں کے لیے یہ کہنا اور عقیدہ رکھنا کہ نبی و ولی مشکل کشا ہیں' پریشانیاں دور کرتے ہیں' مصیبتیں ٹالتے ہیں' بیماروں کو شفاء دیتے ہیں' اولاد دیتے ہیں' اور وہ یہ سب کام اللہ کی اجازت اور اذن سے کرتے ہیں۔ تو یہ شرک و بدعت نہیں۔ اگر ایسا کہنا شرک ہوتا تو اللہ کا مقرب اور عظیم نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز ایسا نہیں کہتے۔ ہاں البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بالذات مشکل کشا ہے اور شفا دیتا ہے اور مردے زندہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے مقابلہ میں اس کے بندے کو بغیر اللہ کے دیئے خود بخود یہ قوت حاصل ہے تو یہ شرک ہو جائے گا اور مشرکین عرب اپنے بتوں کے لیے یہی عقیدہ رکھتے

Marfat.com

تھے۔اس لیے وہ مشرک ہوئے۔اور یہی وجہ ان کے شرک کی قرآن نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ..... **تَاللّٰہِ اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ اِذْ نُسَوِّیْکُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ** ..... یعنی دوزخ میں مشرکین اپنے بتوں سے کہیں گے کہ اللہ کی قسم ہم کھلی گمراہی میں تھے کیونکہ ہم تو تم کو رب العالمین کے برابر سمجھتے تھے (الشعراء ۹۸/۲) برابر سمجھنے کے لفظ نے واضح کردیا کہ عرب کے مشرکین اس لیے کافر ہوگئے کہ وہ بتوں کو خدا کے برابر ٹھہراتے تھے اور خدا کی طرح اس کے مدمقابل مشکل کشا مانتے تھے۔اس لیے مشرک ہوگئے۔جب کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے اذن اور اجازت سے یہ سب کام کر رہے ہیں۔لہٰذا وہ محبوب ٹھہرے۔

لہٰذا آج بھی کوئی اپنے آقا ومولا سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کے لیے یہ کہے اور عقیدہ رکھے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں جو اللہ کے اذن واجازت اور اس کی دی ہوئی طاقت سے مشکلیں آسان کرتے ہیں' بیڑے تراتے ہیں' کشتیاں پار لگاتے ہیں' اولادیں دیتے ہیں تو یہ شرک نہیں ہوگا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل ہوگا۔ہاں اگر کوئی مشرکین عرب کی طرح یہ عقیدہ رکھے کہ انبیاء واولیاء بغیر اللہ کے دیئے خود بخود مشکل کشا ہیں تو وہ مشرک ہوجائے گا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے سواء کوئی مشکل کشا نہیں' کسی غیر اللہ کو مشکل کشا کہنا شرک ہے' کوئی مصیبت ٹالنے والا نہیں' اور اس پر بطور دلیل یہ آیت پیش کرتے ہیں ..... **وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ** ..... اور اگر تجھے کوئی برائی پہنچائے تو اللہ کے سواء کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں۔دوسری آیت میں فرمایا ..... **وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ** ..... اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حامی ومددگار نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ اللہ کے یہ فرمان بالکل درست ہیں ہمارا اس پر ایمان ہے۔اور اس کے معنی یہ

Marfat.com

ہے کہ حقیقی مشکل کشا وہی ہے۔"بالذات" مدد فرمانے والا اور مصیبتیں ٹالنے والا صرف وہی ہے اس کے سواء کوئی نہیں۔ہاں اس کی عطاء سے اس کی اجازت سے اس کے پیارے بھی مشکلیں آسان کرتے ہیں اور مصیبتیں ٹالتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔جیسے مذکورہ بالا آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بیماروں کو شفا دیتا ہوں اور مردے زندہ کرتا ہوں مگر اللہ کے حکم سے۔اسی طرح خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے لیے فرمایا .... **فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَانَا وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ** .... بیشک اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبرئیل اور نیک مومنین اور اس کے بعد اس کے فرشتے بھی مدد پر ہیں (سورہ التحریم پارہ ۲۸ر آیت ۴) اگر غیر اللہ کا مددگار ہونا اور مشکلیں آسان کرنا' مصیبتیں ٹالنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ قرآن میں کیوں فرماتا کہ مومنین اور ملائکہ اور جبریل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے مددگار ہیں۔ثابت ہوا کہ حقیقی مشکل کشا اور مددگار صرف اللہ ہے اس کے سواء کوئی نہیں۔جب کہ اس کی عطا اور اذن سے مشکل کشا اور مددگار اس کے پیارے بندے بھی ہیں اور یہ عقیدہ شرک نہیں بلکہ نبیوں کا طریقہ ہے۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ تم جو گھروں میں کھاتے ہو اور جو ذخیرہ کرکے آتے ہو میں اس کو بھی بتادیتا ہوں۔معلوم ہوا کہ جو چیزیں ہماری نگاہوں سے اوجھل اور پوشیدہ ہوتی ہیں وہ نبیوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہوتیں۔اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو غیب کا وسیع علم عطا فرما دیا ہے۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علم کا یہ حال ہے تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی نبی بلکہ ساری کائنات کے نبی اور امام حضور سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علم کا کیا عالم ہوگا۔اس کا کوئی اندازہ

Marfat.com

نہیں کرسکتا۔بس اتنا سمجھ لیجئے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک کے تمام احوال و واقعات کا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو وسیع علم عطا فرمادیا تھا۔کوئی شی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نگاہوں سے اوجھل نہیں تھی۔اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کو میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا تو ہرچیز میرے لیے روشن ہوگئی اور کائنات کی ہر شے کا مجھے علم آگیا۔اور میں نے اس کو جان لیا اور پہچان لیا (بخاری)

آیت نمبر(۱۹)

وَ لَئِنْ سَئَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُ' قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُوْنَ۔لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ

اے محبوب اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہیں گے کہ ہم تو یوں ہی صرف دل لگی اور کھیل کرتے تھے' تو آپ فرمایئے کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مزاح کرتے ہو' بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہوچکے مسلمان ہوکر

(سورہ توبہ پارہ ۱۰ر آیت ٦٥/٦٦)

فوائد:--- اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر بعض منافقین نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے علم غیب کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کہتے ہیں کہ ہم روم پر غالب آجائیں گے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے.....؟ اور اس پر ہنسنے لگے۔جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم نے ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کہا تو بہانے کرنے لگے۔جس کو قرآن بیان کررہا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم تو صرف اپنا سفر گزارنے کے لیے یوں ہی ہنسی مذاق کر رہے

Marfat.com

تھے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کرتے ہو۔جاؤ تم اسلام لانے کے بعد کافر اور مرتد ہوگئے۔

اب اس آیت میں یہ بات قابل غور ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تو مذاق نہیں کیا بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم اور آپ کے "علم غیب" کا مذاق اڑایا اور ان کے اس مذاق اڑانے کو قرآن نے یہ فرمایا کہتم اللہ تعالیٰ کا اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑاتے ہو۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا مذاق اڑانا یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ اور اس کی آیتوں کا مذاق اڑانا ہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی توہین درحقیقت خدا کی توہین ہے۔لہٰذا جو لوگ توحید کا نام لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی گستاخیاں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے آگے کوئی بڑا ہو یا چھوٹا یعنی نبی ولی سب چوڑے چمار کی طرح ہیں۔وہ غور کریں کہ وہ ان عبارات کو لکھ کر توحید کو بلند نہیں کررہے بلکہ خدا کے پیاروں کی توہین کرکے خدا کی توہین کررہے ہیں.....! اس آیت نے بتادیا کہ خدا کے یہاں ایسی توحید قابل قبول نہیں جس میں اس کے پیاروں کی توہین ہو۔اللہ تعالیٰ نےاس آیت میں صاف فرمادیا کہ میرے نبی کی گستاخی درحقیقت میری ہی گستاخی ہے۔وہ موحد اور توحید پرست نہیں بلکہ توحید کا منکر ہے اور میرا بھی گستاخ ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس گستاخی پر وہ لوگ جو بظاہر مسلمان تھے وہ کافر اور مرتد ہوگئے۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی پر انسان ایمان اور اسلام سے نکل جاتا ہے اور ایمان نہ رہا تو پھر کسی نیک عمل کا اسے کوئی فائدہ نہیں۔کیونکہ اچھے اعمال کا

Marfat.com

ثواب تو اسی کو ملے گا جس کا ایمان سلامت ہو۔ایک کافر کتنے ہسپتال قائم کرکے غریبوں کی مدد کرے اس کے کسی عمل کا اسے ثواب نہیں ملے گا۔لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو نبی کی گستاخی کرتے ہیں وہ کتنی ہی لمبی لمبی نمازیں پڑھیں کتنے ہی صدقہ وخیرات کریں کتنے ہی بڑے بڑے مدرسہ کیوں نہ بنائیں اور چلائیں کتنی ہی تبلیغیں کریں ان کے کسی نیک کام کا ان کو ثواب نہیں ملے گا۔کیوں کہ "گستاخی رسول" کے باعث وہ کافر اور مرتد ہوکر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار ہوں گے۔

☆ ان منافقوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے علم غیب کا مذاق اڑایا تھا کہ حضور کہتے ہیں کہ روم غالب آئے گا یہ سب بیکار باتیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا اور ان کے اسلام سے نکلنے اور کافر ہونے کا اعلان فرمادیا۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے علم غیب پر اعتراض کرنا یہ منافقوں کا طریقہ ہے اور ایسے لوگوں پر خدا کا عذاب نازل ہوگا۔اور علم مصطفیٰ کا مذاق اڑانے والے اسلام سے خارج ہوکر اس آیت کی رو سے کافر و مرتد ہوجاتے ہیں۔لہٰذا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے علم پر اعتراض کرنے سے آدمی کو ڈرنا چاہیے۔

☆ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ..... لَا تَعْتَذِرُوْا ..... بہانے نہ بناؤ تمہارا کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔معلوم ہوا کہ شان رسالت میں گستاخی اتنا بڑا جرم اور گناہ ہے کہ ہر بڑے سے بڑے گناہ کا عذر اللہ تعالیٰ قبول فرماکر معافی دیدیتا ہے۔لیکن اس جرم کے لیے کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور ہر حال میں اس عظیم جرم کے مرتکب افراد کو بڑی دردناک سزا دے گا۔لہٰذا جو لوگ گستاخانہ عبارتیں لکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بے ادبیاں کرکے اس کی تاویلیں کرتے ہیں ان کو سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

یہاں ان کی کوئی تاویل کوئی عذر کام نہیں آئے گا اور اس کے محبوب کی گستاخی کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے ہرگز ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔

☆ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو بڑا وسیع علم غیب عطا فرمایا تھا۔کہ ان منافقوں نے آپس میں سفر کے دوران خاموشی سے یہ باتیں کیں لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو ان کی باتوں کا علم ہوگیا۔معلوم ہوا کہ امتیوں کے خلوت وجلوت کا کوئی عمل کوئی قول اور کوئی فعل نبی کی نگاہوں سے اوجھل اور مخفی نہیں۔آج بھی ہر امتی کے اعمال پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نگاہ ہے۔کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ آپ امتیوں کی کل قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ظاہر ہے گواہی وہ ہی دے سکتا ہے جو اپنی آنکھوں سے دیکھے۔معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہر امتی کو اس کے ہر عمل کو اپنی آنکھوں سے آج بھی دیکھ رہے ہیں۔جب ہی تو کل ہماری گواہی دیں گے۔

☆ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اسلام کی ظاہری نشانیاں کتنی ہی کسی آدمی میں کیوں نہ موجود ہوں۔ خواہ وہ کتنا ہی نمازی ہو حاجی اور غازی ہو لیکن اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ادنیٰ سے توہین بھی کرتا ہے یا توہین کرنے والوں کے ساتھ راضی رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق وہ اسلام سے نکل گیا اور مرتد ہوگیا۔اس کا نماز روزہ حج وزکوٰۃ وغیرہ اس کے کوئی کام نہیں آئے گا۔ اور نہ یہ عبادات اس کو کافر اور مرتد ہونے سے بچا سکتی ہیں۔ لہٰذا نمازوں اور روزوں کی وجہ سے اس کو مومن نہ سمجھ لینا۔گستاخی رسول کے باعث اس کا ایمان نکل چکا ہے۔

آیت نمبر(۲۰)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

Marfat.com

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے (سورہ حجرات پارہ ۲۶)

فوائد:--- اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے عیدالاضحیٰ کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے قربانی کرلی۔اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا ادب سکھلایا گیا اور حکم دیا گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے کوئی کام نہ کرو۔جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم قربانی فرما چکیں اس کے بعد تم قربانی کرو۔آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو اور اتنی سی بے ادبی بھی نہ کرو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے کوئی کام کرلو۔قابل غور ہے یہ بات کہ صحابہ کرام نے قربانی جیسی عظیم عبادت ادا کی تھی وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کی تھی۔تمام شرائط کے ساتھ کی تھی۔لیکن اس کے باوجود ان کی اس خالص عبادت پر اللہ تعالیٰ بجائے راضی ہونے کے ناراضگی کا اظہار فرما رہا ہے۔اور اس عبادت کرنے پر ان کو ثواب کے بجائے اپنے عذاب سے ڈرا رہا ہے۔درحقیقت خدا کو بتانا یہ مقصود تھا کہ میرے لیے کی گئی وہ عبادت ہی مجھے مقبول ہے جو میرے محبوب کے ادب کے ساتھ ہو۔اگر کسی کے دل میں میرے پیارے نبی کا ادب واحترام نہیں تو وہ ہزار میری عبادتیں کرے' اس کی ساری عبادتیں بے کار ہیں۔مجھے اس کی کسی عبادت کی ضرورت نہیں اور نہ ہی ایسی عبادت اس کے کچھ کام آئے گی۔

دوسری اہم بات اس آیت مبارکہ میں یہ قابل غور ہے کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے پہلے قربانی کی اور آپ سے

Marfat.com

آگے بڑھے۔اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے آگے نہ بڑھو۔جب کہ اللہ تعالیٰ جسم و مکاں سے پاک ہے۔اس سے آگے بڑھنے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم کے ادب واحترام کی اہمیت اور عظمت کو اللہ تعالیٰ بتانا چاہتا ہے کہ میرے محبوب کی بے ادبی کو معمولی مت سمجھنا درحقیقت ان سے آگے بڑھنا مجھ سے آگے بڑھنا ہے' ان کی بے ادبی میری بے ادبی ہے۔تو کتنا ہی توحید کا علمبردار بن جا میری وحدانیت اور عظمت کے کتنے ہی گیت گالے۔لیکن اگر میرے محبوب کی گستاخی کرتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ تو درحقیقت میری ہی بے ادبی اور گستاخی کررہا ہے۔میرا اور میرے محبوب کا معاملہ علیحدہ علیحدہ نہیں۔ان کا ادب میرا ادب ہے ان کی بے ادبی درحقیقت میری بے ادبی ہے۔لہٰذا مجھ کو راضی کرنا چاہتے ہو تو میرے محبوب کا ادب کرو میں راضی ہوجاؤں گا۔

☆ تیسری بات یہ ہے کہ یہاں ..... **لَا تُقَدِّمُوْا** ..... کے اندر مفعول کا ذکر نہیں کیا گیا یعنی قرآن نے مطلقاً مطلقاً فرمایا کہ آگے نہ بڑھو۔یہ نہیں ذکر فرمایا کہ کس چیز میں آگے نہ بڑھیں.....؟ قربانی میں' نماز میں یا کسی اور کام میں.....؟ الغرض کس کام میں آگے بڑھنے سے منع کیا جارہا ہے.....؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا۔اس میں راز یہ ہے کہ اگر کسی خاص چیز کا ذکر کردیا جاتا تو یہ حکم اس کے ساتھ مخصوص ہوجاتا۔مثلاً اگر قربانی کا آیت میں ذکر کردیا جاتا تو یہ حکم صرف قربانی کے ساتھ خاص ہوجاتا کہ قربانی کرنے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے آگے مت بڑھو اور حضور سے پہلے قربانی نہ کرو۔لیکن اب دوسرے امور میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے آگے بڑھنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔لہٰذا اس کو مطلق رکھ کے اس طرف اشارہ کردیا کہ تم اپنی زندگی کے کسی معاملہ میں بھی حضور صلی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حکم اور حضور کے ارشادات سے اور آپ کی رضا سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرنا خواہ وہ اقتصادی معاملہ ہو معاشی یا معاشرتی معاملہ ہو سیاسی یا اخلاقی معاملہ ہو نجی ہو یا اجتماعی معاملہ ہو قومی ہو یا بین الاقوامی معاملہ ہو' الغرض کسی قول اور کسی فعل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے حکم ان کی رضا یعنی کتاب وسنت سے آگے ہونے کی کوشش نہ کرنا بلکہ ہر معاملہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنے اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے کی کوشش کرنا۔اسی لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت کی مخالفت نہ کرنا (تفسیر ابن عباس ۳۲۲) یعنی ہر دینی اور دنیوی معاملہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی رائے کو مقدم رکھنا ادب ہے اور اپنی رائے کو مقدم کرنا بے ادبی ہے۔

آیت نمبر(۲۱)

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کیا کرو اور نہ زور سے آپ کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح زور سے تم ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہو' کہیں ضائع نہ ہوجائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر تک نہ ہو (سورہ حجرات پارہ ۲۶ر آیت ۲)

فوائد:--- اس آیت مبارکہ میں حضور سرور کون ومکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ادب واحترام کی اہمیت کو کئی طریقہ سے آشکارا کیا جارہا ہے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اولاً اور بالذات تو یہ خطاب صحابہ

Marfat.com

کرام ہی سے ہو رہا ہے اور ان کو بارگاہ مصطفیٰ کے ادب سکھلاتے ہوئے قرآن تنبیہہ فرما رہا ہے کہ خبردار نبی کی آواز سے تمہاری آواز اونچی نہیں ہونی چاہیے۔ آواز اونچی ہوگئی تو اتنی سے بے ادبی پر تمہارے سارے نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ حالانکہ یہ وہ صحابہ کرام ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر اپنے جان و دل عزیز و اقارب سب کچھ قربان کردیتے تھے۔ ان سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ کسی بے ادبی کی غرض سے قصداً ایسا کریں گے لیکن ان کو یہ حکم دے کر درحقیقت یہ بتانا مقصود تھا کہ میرے محبوب کی بارگاہ کی بڑی عظمت ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ محبت کے اندر اور جنون عشق کی وارفتگی کے اندر تم سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوجائے جو اس بارگاہ کے ادب کے خلاف ہو۔ لہٰذا دیکھنا خبردار عشق و محبت کے اندر بھی دامن ادب تمہارے ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ اور اس عظیم بارگاہ کے ادب کا اس وقت بھی خیال رکھنا اور اس کی تعظیم میں کوئی فرق نہ آنے دینا۔ ادھر دنیا والوں کو اس سے یہ سبق دیدیا کہ اس عظیم بارگاہ کے معمولی سی بے ادبی اگر صحابہ کرام جیسے جان نثاروں سے وہ بھی غیر ارادی اور محبت کے اندر سرزد ہوجائے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ بھی قابل معافی نہیں۔ اور اس کی سزا بھی یہ ہے کہ سارے نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے۔ تو پھر دوسروں کی کیا حیثیت ہے اور ان کی گستاخی کب خدا کو گوارہ ہوسکتی ہے۔

اپنے محبوب کی کوئی توہین بھی
خالق دوجہاں کو گوارا نہیں

☆ دوسری اہم بات یہاں یہ قابل توجہ ہے کہ رب کا قانون تو یہ ہے کہ اگر کوئی برائی یا گناہ کرے گا تو اس کے نامہ اعمال میں وہ برائی لکھ دی جائے گی۔ خواہ وہ کتنا ہی بڑا گناہ کیوں نہ کرے وہ گناہ ضرور لکھا جائے گا۔ لیکن

Marfat.com

اس گناہ کی وجہ سے جو اس نے اچھے اعمال کیے ہیں وہ ضائع نہیں کیے جائیں گے۔مثلاً کسی نے شراب پی لی تو اس کا اس کو سخت گناہ ہوگا لیکن اس گناہ کی وجہ سے اس نے جو نمازیں پڑھی ہیں' روزے رکھے ہیں وہ ضائع نہیں ہوں گے۔ لیکن تعظیم مصطفیٰ کی اہمیت اور عظمت دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ اگر میرے محبوب کی معمولی سے بے ادبی بھی تم سے ہوگئی تو یہ ایک ایسا عظیم جرم ہے کہ اس کی وجہ سے اب تک تم نے جو نیکیاں کی ہیں وہ سب ضائع ہوجائیں گی۔تمہارے سارے اچھے اور نیک اعمال برباد ہوجائیں گے۔لہٰذا ادب مصطفیٰ میں ذرا سی کوتاہی بھی نہ آنے دینا اور یہ گھمنڈ نہ کرنا کہ میں نے تو بڑی نیکیاں کی ہیں تو نماز روزوں حج زکوٰۃ اور تبلیغوں کی وجہ سے بخشا جاؤں گا۔ہرگز نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی گستاخی کی وجہ سے تمہاری ساری نیکیاں برباد چلی جائیں گی۔اور تمہاری بخشش کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔

☆ اب سوال یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بے ادبی کی وجہ سے سارے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔جب کہ کسی اور گناہ کی وجہ سے نیک اعمال ضائع نہیں ہوتے.....؟

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی انسان کو کافر اور مرتد کردیتی ہے جب کہ کفر اور ارتداد ایسی چیز ہے جو پچھلے سارے نیک اعمال کو ضائع کردیتا ہے۔چنانچہ قرآن پاک میں آتا ہے ..... **وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ** ..... یعنی جو مرتد ہوکر کفر پر مرے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کے سارے اعمال ضائع جائیں گے اور ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے (بقرہ ۲/

Marfat.com

۲۱۷) اس سے ثابت ہوا کہ نیک اعمال کفر اور ارتداد کی وجہ سے ضائع ہوجاتے ہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میرے محبوب کی معمولی سی بے ادبی بھی کی تو تمہارے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔اس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بے ادبی سے آدمی کافر اور مرتد ہوجاتا ہے۔اسی لیے اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کو ان نیکیوں کا کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی گستاخیاں کرنے والے کتنے ہی اچھے اعمال کیوں نہ کریں ان کی زندگی پر ان اچھے اعمال کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔آخرت میں تو سوائے رسوائی اور عذاب کے ان کے لیے اور کچھ نہیں۔

☆ اس آیت مبارکہ سے چوتھی اہم بات یہ ثابت ہوگئی کہ بھولے سے بغیر قصدوارادہ کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بارگاہ میں آواز کا بلند ہونا کتنی معمولی سی بے ادبی ہے لیکن جب اتنی سی بے ادبی پر اتنی بڑی سزا کا قرآن اعلان کررہا ہے کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہوجائیں گے۔یعنی تم مرتد اور کافر ہوجاؤ گے تو پھر جو لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بڑی بڑی گستاخیاں کرتے ہیں ان کا ایمان کب باقی رہے گا اور ان کی نیکیاں ان کے کیا کام آئیں گی۔قرآن یہی تنبیہہ کرنا چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی بے ادبی سے بچو ورنہ مرتد ہوجاؤ گے اور تمہارے سارے نیک اعمال برباد چلے جائیں گے۔

☆ ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ انسان کو اگر اپنے کسی نقصان کا پتہ چل جائے تو وہ اس نقصان کی تلافی کی کوشش شروع کردیتا ہے۔مثلاً کسی کے یہاں زیور چوری ہوگیا تو اس کو پتہ چل گیا کہ میرا زیور چوری ہوگیا ہے تو پھر وہ اس کی بازیابی اس کے بدلہ دوسرا زیور بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر کسی کو

Marfat.com

اس چوری کا پتہ ہی نہ چلے تو وہ آرام سے مطمئن بیٹھا رہے گا اور یہ سمجھتا رہے گا کہ میرے پاس تو اتنا زیور موجود ہے۔ لہٰذا اس کے حصول کی کوشش نہیں کرے گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گستاخ مصطفیٰ کے سارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور اس کی اس سے بڑی بدنصیبی کیا ہوگی کہ اس کو ان اعمال کے ضائع ہونے کا پتہ بھی نہیں چلے گا وہ اسی غلط فہمی میں رہے گا کہ میں بڑا نمازی حاجی پرہیزگار ہوں لیکن جب قیامت کے دن اسے پتہ چلے گا کہ یہ سب نیکیاں تو گستاخی رسول کے باعث ضائع ہوگئی تھیں تو اس وقت سوائے حسرت و یاس کے اس کے پاس اور کچھ نہ ہوگا۔ اگر پہلے سے پتہ چل جاتا تو شاید وہ اس کا تدارک کرلیتا لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کو نقصان کی خبر ہی نہیں ہونے دیں گے تاکہ وہ اسی غلط فہمی کا شکار رہے اور نیکیوں کو بچانے کا کوئی بندوبست بھی نہ کرسکے اور سیدھا جہنم میں چلا جائے۔ الغرض بتانا یہ مقصود ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی ادنیٰ سی گستاخی انسان کے سارے اعمال ضائع کر کے اس کو سیدھا جہنم میں لے جاتی ہے اور اس جرم کی تلافی کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

☆ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آج بھی زندہ ہیں لہٰذا اس آیت پر عمل آج بھی مسلمانوں پر ضروری ہے اور مسجد نبوی میں اور روضہ شریف کے پاس بلند آواز سے بات نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ جہاں حدیث کا درس ہو وہاں بھی بلند آواز سے بات نہیں کرنی چاہیے کہ اس وقت روحانی طور پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صحبت ا[illegible]یت حاصل ہوتی ہے۔

Marfat.com

آیت نمبر(۲۲)

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

اے ایمان والو (میرے محبوب کو) "راعنا" مت کہو بلکہ "انظرنا" کہو اور ان کی بات پہلے ہی غور سے سنا کرو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے (سورۃ البقرۃ پارہ نمبر ایک' آیت نمبر ۱۰۴)

فائدہ:--- اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم اپنے صحابہ کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے اور ان میں سے کسی صحابی کو کوئی بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی تو وہ ان الفاظ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم سے درخواست کرتے تھے کہ "راعنا" یعنی یا رسول اللہ ہماری رعایت فرمایئے اور اس بات کی وضاحت فرمادیجئے۔ یہودیوں کی لغت میں "راعنا" ایک برے معنی میں استعمال ہوتا تھا انہوں نے یہ لفظ بری نیت سے بولنا شروع کردیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور مسلمانوں کو ایسے لفظ کے بولنے سے ہی منع کردیا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا کوئی شائبہ بھی ہوتا ہو اور صحابہ کو حکم دیا گیا کہ "راعنا" مت کہو بلکہ اس کے بجائے "انظرنا" کہو۔ جس کے معنی ہیں کہ یا رسول اللہ ہم پر نظر کرم فرمایئے۔

اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ "راعنا" کے عربی میں کوئی غلط معنی نہیں اور نہ صحابہ کرام اس کو برے معنی میں استعمال کرتے تھے اور نہ ان کی اس لفظ سے کسی غلط معنی کی نیت ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی قرآن نے صحابہ کو ایسا لفظ استعمال کرنے سے ہی منع کردیا جس سے کوئی دوسرا کسی دوسری لغت اور زبان میں کوئی غلط معنی

Marfat.com

نکال سکتا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاں صراحتاً بے ادبی کے الفاظ استعمال کرنا منع ہیں وہاں ان کے لیے ایسے الفاظ کا استعمال بھی منع ہے جس سے دور کا بھی کوئی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔ اگرچہ وہ لفظ اچھے معنوں ہی میں کیون نہ مستعمل ہوتا ہو اور استعمال کرنے والے کی نیت بھی گستاخی کی نہ ہو۔ پھر بھی اگر اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کا کوئی ہلکا سا شائبہ بھی ہو تو ایسا لفظ حضور کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔

بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ عبارتیں لکھ کر پھر ان میں تاویلیں کرتے ہیں۔ اس کے اچھے معنی نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہماری نیت گستاخی کی نہیں تھی۔ ان سب کا رد قرآن کی اس آیت نے کردیا کہ تمہاری نیت کو نہیں دیکھا جائے گا کہ ان الفاظ سے تمہاری مراد کیا تھی یا اس لفظ کے کوئی اچھے معنی ہیں یا نہیں۔ صرف یہ دیکھا جائے گا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور بے ادبی کی کوئی ہلکی سی بو تو نہیں آرہی.....؟ اگر ایسا ہوا تو اس کے لیے اس آیت نے بتادیا کہ وہ نبی کا گستاخ ہے اور کافر ہے اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور دنیا میں ایسے نبی کی گستاخی کرنے والوں کی کیا سزا ہے اس کے متعلق علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ جب یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گفتگو کریں اور ان سے بے ادبی کی بو آئے تو سمجھ لو کہ یہی لوگ گستاخ ہیں اور "مباح الدم" ہیں اور ان کو قتل کرنا واجب ہے (الصارم المسلول ص ۲۴۱) اسی لیے حضرت بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد عہد کرلیا تھا کہ جس کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا یہ کلمہ کہتے ہوئے سنیں گے تو اس کی گردن اڑادیں گے (فتح القدیر جلد اول ص ۱۲۵) بہرحال اس آیت سے ثابت ہوا کہ کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے تو خواہ وہ

Marfat.com

گستاخی اس نے قصداً کی ہو یا بغیر قصد کے' اس کی نیت اور ارادہ گستاخی کا ہو یا نہیں' ان الفاظ کے اچھے معنی ہوں یا نہیں' اگر اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت اور توہین کا ہلکا سا شائبہ بھی ہو گا تو وہ شخص مرتد اور کافر ہو جائے گا اور اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ہو گا کہ ایسے گستاخ کو فوراً قتل کی سزا دے۔

اس آیت میں " **وَاسْمَعُوْا** " فرما کے نبی کے ادب و احترام کی اہمیت کو مزید آشکارا کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرے محبوب کی بارگاہ ہے اس میں ہوش کے ساتھ حضور کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو کے بیٹھا کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو غور سے سنا کرو کہ بار بار پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ کیونکہ یہ بھی میرے محبوب کی بارگاہ کے ادب کے خلاف ہے کہ تمہاری توجہ کسی اور طرف ہو اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غور سے نہ سنو اور تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے "انظرنا" کہنے کی ضرورت پیش آئے۔ ہاں اگر غور سے سننے کے باوجود کبھی ضرورت پیش آجائے تو اس وقت "راعنا" مت کہو کہ اس میں بھی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہے بلکہ "انظرنا" کہو۔

☆ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ شعر نہیں پڑھنا چاہیے اس سے انسان مشرک ہو جاتا ہے' شعر یہ ہے۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا

یَا حَبِیْبَ اللّٰہ اِسْمَعْ قَالَنَا

جس کے معنی ہیں کہ یا رسول اللہ ہمارے حال پر نگاہ کرم فرمایئے اور یا حبیب اللہ ہماری فریاد کو سن لیجئے۔ جب کہ اس آیت میں خود اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ میرے محبوب کو "انظرنا" کہو۔ ظاہر ہے یہ آیت قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ہے۔ تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غلاموں کو اپنے حالات پر نگاہ کرم فرمانے کی درخواست کرنا شرک و بدعت نہیں بلکہ رب کے حکم پر عمل ہے۔

Marfat.com

اور اس شعر میں بھی چونکہ "اُنْظُرْنَا" کہہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی جارہی ہے لہٰذا یہ بھی شرک نہیں بلکہ رب کے ارشاد پر عمل ہے۔

آیت نمبر(۲۳)

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○

اے محبوب تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے آپس کے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ بنالیں، پھر جو تم فیصلہ فرمادو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ دل وجان سے اس کو تسلیم کرلیں (سورہ نساء پارہ ۵ر آیت ۶۵)

فوائد:--- اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ دو آدمی کسی معاملہ میں جھگڑ پڑے اور اپنا نزاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیکر آئے۔ آپ نے شرعی لحاظ سے جس کا حق بنتا تھا اس کے حق میں فیصلہ صادر فرمادیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ چلو حضرت عمر سے فیصلہ کراتے ہیں۔ یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے اور ان سے فیصلہ کرانے کے لیے کہا تو جس کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا اس نے حضرت عمر سے عرض کیا کہ یہ بات میں آپ کو بتادینا چاہتا ہوں کہ ابھی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہو کر آرہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں فیصلہ فرما چکے ہیں۔ لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہیں مان رہا اور مجھے آپ کے پاس لیکر آیا ہے کہ آپ سے فیصلہ کرائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے سے پوچھا کیا واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں یہ صحیح کہہ رہا ہے۔ تو پھر آپ نے فرمایا..... **مکانکما حتّٰی اخرج الیکما فاقضی بینکما فخرج الیھما مشتملاً علٰی سیفہ فضرب الذی قال ردّنا الی عمر فقتلہ** ..... یعنی آپ نے

Marfat.com

فرمایا کہ تم ابھی یہیں اپنی جگہ پر ٹھہرو میں ابھی تمہارے پاس آتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں آپ اندر سے تلوار نکال کر لائے اور وہ شخص جس نے کہا تھا کہ چلو عمر سے فیصلہ کراتے ہیں اس کو قتل کردیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (**لباب النقول فی اسباب النزول' لجلال الدین سیوطی'** ص ۶۹ر بحوالہ ابن مردویہ)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مان کر جو اتنی سی بے ادبی بھی کرتا ہے اس کا فیصلہ عمر کی عدالت میں یہ ہے کہ اس کا سر قلم کردیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیت نازل فرما کے عمر کے اس فیصلہ کی تصدیق فرمادی اور قرآنی مہر اس پر لگادی کہ ایسا شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی کی وجہ سے مرتد ہوگیا اور عمر نے اس کو جو قتل کیا وہ بالکل درست ہے۔ اب ذرا غور فرمایئے جو اتنی سی بے ادبی پر اسلام سے نکل جاتا ہے اور اس کی سزا اسلام میں قتل ہے تو جو لوگ نبی کی بڑی بڑی گستاخیاں کرتے ہیں ان کا ایمان اور اسلام کب باقی رہ سکتا ہے.....؟ یقیناً ایسے لوگ اسلام سے بالکل نکل جاتے ہیں اور مرتد ہو کر اسلامی سزا کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

☆ اس آیت کا دوسرا حصہ ..... **ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِیْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ** ..... خاص طور پر قابل غور ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ میرا محبوب جو فیصلہ فرمادے صرف یہ نہیں کہ اس کو زبان سے مان لو بلکہ اگر تمہاری مرضی کے خلاف فیصلہ ہو تو دل میں بھی اس فیصلہ سے کوئی تنگی محسوس نہ کرنا۔ حالانکہ شریعت میں دل کے وسوسوں اور خیالات پر کوئی پکڑ نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیئے ہیں۔ لیکن جب محبوب کی بارگاہ کے ادب واحترام کا معاملہ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہاں میں نے اپنا قانون بدل دیا۔ یہاں صرف تمہارا ظاہری طور پر تسلیم کرنا کافی نہیں بلکہ دل سے بھی اس کو ماننا ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے محبوب کے ادب واحترام کی کتنی اہمیت ہے کہ دل میں بھی بے

Marfat.com

ادبی کا خیال لانا بھی اس کو گوارا نہیں۔ اگر کوئی ظاہری طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو مان لے لیکن دل سے نہ مان کر دل میں بے ادبی کا احساس رکھے وہ بھی اس آیت کی رو سے اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اب غور فرمائیں کہ جو لوگ زبان سے نبی کی گستاخیاں کرتے ہیں بھلا رب کو وہ کب گوارا ہو سکتی ہیں۔ جب محبوب کی گستاخی کا خیال لانا بھی اس کو گوارا نہیں تو گستاخی کا زبان یا بدن کے کسی عضو سے اس کا مظاہرہ رب کو کب گوارا ہو سکتا ہے اور ایسا شخص کب مسلمان رہ سکتا ہے۔

آیت نمبر (۲۴)

وَمِنْهُمْ مَنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ○

اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو آپ پر خیرات کے بانٹنے میں نکتہ چینی کرتے ہیں' پس اگر ان کو اس مال غنیمت میں سے کچھ مل جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اگر اس میں سے کچھ نہ ملے تو ناراض ہو جاتے ہیں (سورہ توبہ آیت نمبر ۵۸)

فائدہ:--- یہ آیہ کریمہ ایک منافق حرقوص بن زہیر جس کا لقب ذوالخویصرہ تھا اس کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور اس کا تفصیلی واقعہ بخاری و مسلم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ فتح حنین کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو اس منافق ذوالخویصرہ نے بڑے گستاخانہ لہجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ انصاف کیجئے۔ آپ نے فرمایا تیری خرابی ہو اگر میں نے انصاف نہ کیا تو اور کون انصاف کرے گا.....! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ **يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ائْذَنْ لِيْ فِيْهِ اَضْرِبْ عُنُقَهٗ** یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا عمر رہنے دو' اس کے ساتھی ایسے ہوں گے کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو ان کی نمازوں کے آگے حقیر جانے گا' اپنے

Marfat.com

روزے ان کے روزوں کے آگے حقیر جانے گا' وہ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا' وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے (صحیح بخاری کتاب المناقب ص ۵۰۹)

☆ اس آیت مبارکہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جود وعطاء' علم' حلم' طاقت وقدرت الغرض آپ کی کسی بھی صفت اور شان پر اعتراض کرنا یہ منافقوں کا کام ہے۔ جیسا کہ اس منافق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطاء و بخشش پر اعتراض کیا۔ سچا مومن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بھی صفت پر نہ کبھی کوئی اعتراض کرے گا اور نہ اس میں کوئی خامی اور کمی تلاش کرے گا۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ منافق ہے اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں' وہ جہنمی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم اس کا مقدر ہے۔

☆ دوسری اہم بات یہ پتہ چلی کہ قیامت تک آنے والے ان نبی کے گستاخ منافقوں کی نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی۔ آج ہم ان نشانیوں کے ذریعہ ایسے گستاخ منافقوں کی بڑی آسانی سے پہچان سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان کی نشانی یہ ہے کہ یہ اتنی اچھی نمازیں پڑھیں گے اور اتنے اچھے روزے رکھیں گے کہ ان کی نمازوں اور روزوں کے آگے عام مسلمان اپنی نمازوں اور روزوں کو حقیر سمجھے گا۔ اور اپنی عبادتوں سے شرمائے گا۔ وہ قرآن کی تلاوت بھی خوب کریں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ لہٰذا آج بھی اگر کوئی نماز اور روزوں پر بہت زور دے ہر وقت اس کی تبلیغ کرے بہت عمدہ لمبی لمبی نمازیں پڑھے لیکن ساتھ میں اپنی کتابوں تحریروں اور تقریروں اور نجی محفلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور گستاخی کرے تو سمجھ لو کہ یہ پکا منافق ہے جہنمی ہے اور اسی ذوالخویصرہ کی نسل سے ہے۔

☆ تیسری سب سے اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ ہر نمازی حاجی اور قاری

Marfat.com

مسلمان نہیں ہوتا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق بہت سے ایسے بھی ہیں جو بہت اچھے قاریوں گے بڑے پکے نمازی ہوں گے لیکن گستاخی رسول کے باعث وہ اسلام سے ایسے نکل گئے ہوں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ یعنی جب تیر شکار کو چیرتا ہوا نکلتا ہے تو اس تیر پر اس شکار کے خون وغیرہ کے کوئی آثار کوئی نشانی تک موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ گستاخ نماز اور روزوں کے باوجود اسلام سے ایسے نکل جائیں گے کہ اسلام کا ذرہ برابر اثر ان کے دل میں موجود نہیں ہوگا۔ یعنی جہنمی ہوں گے اور ان کا نماز روزہ سب بیکار جائے گا۔ لہٰذا ایسے لوگوں کی لمبی لمبی نمازوں اور روزوں سے دھوکہ میں آکر ان کو مسلمان نہیں سمجھنا چاہیے اور نہ مسلمانوں جیسا ان کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے بلکہ ایسے نبی کے گستاخوں سے دور رہنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گستاخی رسول کے باعث اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو لعنت ان پر برس رہی ہے اس کا جو عتاب ان پر نازل ہو رہا ہے اس کی لپیٹ میں ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی آجائے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ..... **اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ** ..... کہ دنیا میں تمہیں جس کے ساتھ محبت اور دوستی ہوگی قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ ہوگے۔ لہٰذا ایسوں کی دوستی سے بھی بچو۔

آیت نمبر (۲۵)

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو (اے محبوب) تمہارے حضور حاضر ہو جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتا تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا پاتے (سورہ نساء پارہ نمبر ۵، آیت نمبر ۶۴)

Marfat.com

فوائد:---اس آیت مبارکہ سے کئی اہم فائدے اور سبق ہمیں حاصل ہوئے ☆ پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے شفیع اور سفارشی ہیں اور ان کی شفاعت اور سفارش کے بغیر بگڑی نہیں بنے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ اگر اپنے گناہوں کو معاف کروانا چاہتے ہو تو نبی کے پاس آؤ اور وہ بھی تمہاری سفارش کریں تب تمہارے گناہ معاف کروں گا۔ معلوم ہوا کہ گناہوں کی بخشش اور اللہ تعالیٰ کی رحمت حضور کی سفارش اور شفاعت کے بغیر نہیں مل سکتی۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش اور شفاعت سے گنہگاروں کی مشکلیں آسان ہوجائیں گی اور ان کے بیڑے پار ہوجائیں گے۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں اور دلیل کے طور پر یہ آیت پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ..... **یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ**..... قیامت کے دن نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی نہ شفاعت اور سفارش (بقرہ ص ۲۵۴) لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت بھی کام نہیں آئے گی (معاذ اللہ)

اس کا جواب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات جن میں شفاعت کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد کفار کی شفاعت بتوں کی شفاعت یا جبراً شفاعت مراد ہے کہ اس قسم کی وہاں شفاعت کوئی کام نہیں آئے گی۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے پیارے اولیاء کی شفاعت ضرور ہوگی اور گنہگاروں کے کام آئے گی۔ چنانچہ خود قرآن میں دوسرے مقام پر فرمایا گیا ..... **لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا** ..... کہ شفاعت نفع نہ دے گی مگر ان کو جن کے لیے رب نے اجازت دی اور اس کے کلام سے رب راضی ہوا (طٰہٰ ۲۰/ ۱۰۹) ان سے معلوم ہوا کہ نبیوں ولیوں جن کے قول سے رب راضی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت کریں گے۔ اور پھر مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو خود حکم دے رہا ہے کہ

Marfat.com

میرے محبوب کی سفارش لے کر آؤ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قابل قبول نہ ہوتی تو ان کی سفارش کروانے اور شفاعت لانے کا کیوں حکم دیتا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء اولیاء کی شفاعت برحق ہے اور جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے قائل نہیں وہ مندرجہ بالا آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہیں۔

☆ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ آدمی جس کی خطا کرے معافی کے لیے اسی کے در پر لایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں معاملہ عجیب ہے۔ گناہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے کیے' نماز اس کی نہیں پڑھی' روزہ اس کا نہیں رکھا' حج اس کا نہیں کیا لیکن معافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میرے پاس آؤ بلکہ فرمایا میرے محبوب کے پاس جاؤ۔ درحقیقت اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ ایک تو یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ میرا اور میرے محبوب کا معاملہ علیحدہ علیحدہ نہیں۔ ان کی بیعت میری بیعت ہے' ان کا پھینکنا میرا پھینکنا' ان کی رضا میری رضا ہے' ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے لہٰذا ان کا در میرا در ہے۔ جو یہاں آگیا وہ میرے پاس آگیا۔

بخدا خدا کا یہی ہے در' نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو' جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

اور دوسری یہ بات واضح کرنی مقصود ہے کہ "بلاواسطہ" میرے پاس آنے کا خیال اپنے دل سے نکال دو۔ میرے محبوب کے وسیلہ اور توسل سے جو میرے پاس آئے گا وہ میرا محبوب ہے۔ اسی لیے ان کے پاس بھیجا جارہا ہے کہ ان کا وسیلہ لیکر آؤ۔ اگر بغیر ان کے وسیلہ کے "ڈائریکٹ" آگئے تو ذلیل و رسوا ہوگے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت سے محروم ہوجاؤ گے۔

وہ کہ جو اس در کا ہوا خلق خدا اس کی ہوئی
وہ کہ جو اس در سے پھرا اللہ اس سے پھر گیا

Marfat.com

بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرنے کو شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ شرک ہوتا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لانے کے لیے کیوں بھیجتا۔ جب کہ دوسری آیت میں اور واضح طریقہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ..... **وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ** ..... کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ اس آیت میں ایمان اور اعمال کا پہلے ذکر آگیا لہٰذا وسیلہ سے ایمان اور اعمال تو مراد ہونگے نہیں۔ بلکہ یقیناً اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہوگی کہ آپ کا وسیلہ لے کر آؤ۔ خود ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا تو ان کی توبہ قبول ہوگئی (طبرانی ۲۰/ ۸۲۔ مستدرک ۲/ ۶۱۵۔ ابن عساکر ۲/ ۲۵۷۔ زرقانی ص ۶۲۔ مواہب اللدنیہ ص ۱۲۔ خصائص کبریٰ ص ۱۷) قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے..... **وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا** ..... کہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرکے دعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ کافروں پر ان کو فتح عطا فرما دیا کرتا تھا۔ بلکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب قحط پڑا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کیا اور ان کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کیا کرتے تھے تو تو بارشیں برسا دیا کرتا تھا آج ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں ہمیں بارش عطاء کردے اور قحط سالی دور فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اس وسیلہ کو قبول فرمایا اور بارش برسنی شروع ہوگئی (بخاری) معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کا وسیلہ پکڑنا یہ نبیوں اور ولیوں اور صحابہ کا طریقہ رہا ہے۔ اور

Marfat.com

اس کے سبب سے اللہ تعالیٰ مشکلیں آسان فرماتا رہا ہے۔ اور اپنی رحمتوں سے نوازتا رہا ہے اور ہمیشہ نوازتا رہے گا۔ لہٰذا آج بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑے گا وہ کامیاب اور بامراد ہے اور جو بغیر وسیلہ کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش کرے گا وہ اس آیت کی رو سے ناکام و نامراد ہے۔

اس آیت مبارکہ میں زمانہ کی کوئی قید نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ قیامت تک کوئی بھی شخص گناہ کرے اس کے لیے یہ حکم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرائے۔ اب جیسا کہ بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضور کچھ سنتے نہیں، انہیں کچھ علم نہیں، وہ کوئی نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ تو سوال یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمیں کیوں بھیجا.....؟ جب اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کرانے کو کہا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی جہاں بھی ہو اور جس زمانہ میں بھی ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احوال کو دیکھ بھی رہے ہیں۔ آپ کو اس کے حالات کی خبر بھی ہے۔ آپ اس کی فریاد کو سنتے بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی سفارش اور شفاعت کرکے اس کی مشکلیں بھی آسان فرما دیتے ہیں۔ جب وہ گناہ جیسی مشکل آسان کر دیتے ہیں تو دنیا کی اور کوئی چھوٹی موٹی مشکل ان کے سامنے کیا حیثیت رکھتی ہے.....؟ وہ فریاد کرنے والے کی ہر مشکل آسان کرا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر فرط غم سے نڈھال ہو کر گر پڑا اور یہ آیت مبارکہ تلاوت کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہوں کی سفارش کے لیے عرض کیا۔ تو قبر انور سے آواز آئی کہ جا تجھے بخش دیا گیا (قرطبی) معلوم ہوا کہ وصال کے بعد بھی آپ امت کی فریاد کو سنتے ہیں، دیکھتے ہیں اور ان کی مشکلیں آسان فرماتے

Marfat.com

ہیں۔

☆ اس آیت میں جگہ کی کوئی قید نہیں لہٰذا آیت کے معنی یہ ہوئے کہ دنیا کے کسی کونے اور گوشہ میں کوئی رہنے والا ہو وہ اگر گناہ کرے تو اپنے گناہوں کو بخشوانے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار امتی سارے جہاں میں پھیلے ہوئے ہیں اور بہت سے اتنے غریب ہیں کہ وہ مدینہ نہیں پہنچ سکتے تو ان کے گناہ پھر کیسے معاف ہوں گے.....؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ مدینہ میں حاضر ہو جاؤ بلکہ فرمایا کہ میرے محبوب کے پاس آجاؤ یعنی ان کی طرف متوجہ ہو کر روحانی طور پر ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ اور پھر ان سے فریاد کرو۔ تم دنیا کے جس کونہ میں اور گوشہ سے ان کو پکارو گے وہ تمہاری فریاد کو سن بھی لیں گے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمہاری سفارش کر کے تمہارا بیڑا پار لگادیں گے۔ وہ تو تمہارے قریب ہیں..... اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ..... کہ نبی مومنوں سے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہے (الاحزاب ۳۳/۴) لہٰذا جہاں ہو وہیں سے عرض کردو وہ تمہاری فریاد کو سن کر وہیں سے تمہاری سفارش کردیں گے اور تمہاری بخشش کا سامان ہو جائے گا۔

آیت نمبر (۲۶)

وَ قَالَ لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اٰیَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَ اٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا (حضرت شموئل علیہ السلام) کہ اس کی بادشاہت کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائے جس میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے دلوں کا چین ہے اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون (علیہما السلام) کی

Marfat.com

کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں جو انہوں نے چھوڑی ہیں' اٹھائے ہوئے ہونگے اسے فرشتے' بیشک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے اگر تم مومن ہو (سورہ بقرہ پارہ نمبر ۲ر آیت ۲۴۸)

فوائد:۔۔۔اس آیت مبارکہ میں جس صندوق کا ذکر ہو رہا ہے یہ شمشاد کی لکڑی کا بنا ہوا صندوق تھا۔ جس میں انبیائے کرام کے کچھ تبرکات تھے۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کی جوتیاں' اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ' حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی' توریت کی تختیوں کے چند ٹکڑے اور کچھ من وسلویٰ وغیرہ تھے۔ بنی اسرائیل جب کافروں سے جہاد کے لیے جاتے اور دشمنوں کے عظیم لشکر کو دیکھ کر ڈر جاتے تو اس صندوق کو اپنے آگے رکھ لیا کرتے تھے۔ جس سے ان کے دلوں میں سکون و طمانیت پیدا ہوجاتی تھی۔ اور اس کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کافروں پر ان کو فتح ونصرت عطاء فرمادیتا تھا۔ اگر اس کے وسیلہ سے وہ دعا کرتے تھے تو ان کی مشکلیں آسان ہوجاتی تھیں' بلائیں دور ہوجاتی تھیں اور مرادیں ان کی پوری ہوجاتی تھیں۔ مگر جب بنی اسرائیل کے گناہ اور سرکشی بڑھی تو قوم عمالقہ اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط کردی۔ جس نے بنی اسرائیل کا قتل عام کرکے ان کو تباہ وبرباد کردیا اور ان سے یہ صندوق بھی اٹھا کرلے گئے۔ اور ان عمالقہ کے کافروں نے اس صندوق کو ایک کوڑے کے ڈھیر پر لے جاکے ڈال دیا۔ اس صندوق کی بے ادبی سے اس قوم عمالقہ پر طرح طرح کی مصیبتیں اور بیماریاں نازل ہوئیں۔ جس سے وہ تباہ وبرباد ہوگئے۔ اور انہیں یقین ہوگیا کہ یہ اس صندوق کی بے ادبی کی وجہ سے ہم پر مصیبتیں نازل ہوئی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس صندوق کو ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بنی اسرائیل کی طرف ہانک دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے چار فرشتوں کو بھیجا جو بڑی تعظیم کے ساتھ اس صندوق کو بنی اسرائیل کے اس وقت کے نبی حضرت شموئیل علیہ السلام کے پاس لیکر آئے۔ جس کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے طالوت کی بادشاہی کو تسلیم کرلیا۔

Marfat.com

کیوں کہ طالوت کی بادشاہی کو ماننے کے لیے یہی شرط رکھی تھی کہ وہ متبرک صندوق دوبارہ ہمارے پاس آجائے۔ اس قرآنی واقعہ سے بہت سے فوائد ہمیں حاصل ہوئے۔

☆ پہلا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں سے نسبت ہو جائے وہ تبرکات بڑے برکت والے اور بڑے عزت و عظمت والے ہو جاتے ہیں۔ دیکھیے وہ صندوق جس میں انبیاء علیہم السلام کے تبرکات تھے۔ ان کا کتنا بڑا مرتبہ ہو گیا کہ قرآن کہتا ہے ..... تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ..... کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر فرمائے جنہوں نے اپنے نورانی کندھوں پر اٹھا کے اس کو حضرت شموئیل علیہ السلام تک پہنچایا۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے تبرکات بڑے لائق تعظیم و تکریم ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ مکہ اور مدینہ میں اپنے نبی سے نسبت رکھنے والے ستونوں در و دیواروں، پہاڑ کے پتھروں، درخت کے پتوں اور خاک کے ذروں کو چومتے ہیں اور اس کا ادب کرتے ہیں وہ درحقیقت اس آیت پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس آیت میں یہی سبق دیا گیا ہے کہ ان تبرکات کا احترام اور تعظیم کرنا شرک نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ..... اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ..... کہ یہ تمہارے ایمان کی نشانی ہے۔ اگر تم مومن ہو تو اس کی عظمت کو سمجھ کر اس کی تعظیم کرو گے۔ دوسرے مقام پر قرآن میں صفا اور مروہ وہ دو پہاڑیاں جن پر اللہ تعالیٰ کی ایک پیاری ولیہ حضرت ہاجرہ کے قدم لگے تھے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی فرمایا اور اپنی نشانیوں کی تعظیم کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ..... وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ..... کہ ہماری نشانیوں کی تعظیم شرک نہیں بلکہ دلوں کے تقوے کی علامت ہے (سورہ حج ۲۲/۳۳۲) اسی لیے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کا بڑا ادب و احترام کرتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجامت بنواتے تھے تو صحابہ کرام آپ کے ارد گرد کھڑے

Marfat.com

ہو جاتے تھے اور آپ کا کوئی بال زمین پر نہیں گرنے دیتے تھے۔ بلکہ اس کو ہاتھوں میں اٹھا لیا کرتے تھے (مسند احمد ۳/۱۲۷۔ مسلم شریف ۲/۲۵۶) اور اس کو خوشبوؤں میں بسا کر بڑے ادب سے اپنے پاس رکھا کرتے تھے (بخاری ص ۵۰۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی جب بلال لاتے تو لوگ اس تبرک کو لینے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے۔ جس کو یہ پانی مل جاتا وہ اس کو اپنے ہاتھ سے چہرے پر مل لیا کرتا تھا۔ اور جس کو نہ ملتا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ سے کچھ تری حاصل کر کے برکت حاصل کر لیا کرتا تھا (بخاری ص ۵۰۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ کمبل مبارک جس میں آپ کا وصال ہوا تھا اپنے پاس بڑی احتیاط سے سنبھال کر رکھا ہوا تھا (بخاری ص ۴۳۸) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کو بڑے ادب سے رکھا ہوا تھا اور وہ اس کی زیارت کراتے تھے (بخاری ص ۸۷۱/۴۳۸) حضرت کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشکیزہ سے منہ لگا کر پانی نوش فرمالیا تو انہوں نے مشکیزہ کا وہ حصہ جہاں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لبہائے مبارک لگے تھے وہ بطور تبرک کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا (ترمذ ص ۲، ص ۱۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ممبر پر ہاتھ پھیر کے ان ہاتھوں کو اپنے چہرہ پر مل لیا کرتے تھے (شفاء لقاضی عیاض ۲/۴۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی کہ میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن اور بال اور ایک کرتہ موجود ہے جب میرا انتقال ہو جائے تو اس کرتہ کو میرے کفن کے اندر اس طرح رکھنا کہ میرے جسم سے وہ مس ہو جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور ناخنوں کو میرے منہ، آنکھوں اور مواضع سجود پر رکھ دینا کہ اگر اس وقت کوئی چیز میرے کام آئے گی تو یہی چیزیں ہیں (الاستیعاب لابن عبدالبر علی ہامش الاصابہ جلد نمبر ۳ر ص ۳۹۹) بہر حال ان آیات اور احادیث سے ثابت ہوا

Marfat.com

کہ تبرکات کی تعظیم کرنا' اس کا احترام کرنا' اس سے برکتیں حاصل کرنا' اس کو ادب سے بحفاظت رکھنا اور اس کو اپنی قبر میں رکھنے کی وصیت کرنا یہ سب امور شرک وبدعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی سنت ہے اور رب کی رحمت و مغفرت کے نزول کا باعث ہے۔

☆ تیسری اہم بات اس آیت سے یہ ثابت ہوئی کہ انبیاء اور اولیاء کے تبرکات نافع بھی ہیں دافع بھی ہیں اور مشکل کشا بھی ہیں۔ دیکھیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ..... فِیْهِ سَكِیْنَةٌ ..... کہ اس صندوق میں دلوں کا چین ہے یعنی اس تبرکات والے صندوق سے دلوں کو طمانیت اور سکون ملتا ہے۔ پھر بنی اسرائیل اس سے نہ صرف جہاد میں طمانیت اور سکون حاصل کرتے تھے بلکہ اس کے صدقہ سے بڑی بڑی مشکلات حل کرلیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے تبرکات میں یہ تاثیر ہے کہ اس سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اسی لیے قرآن میں آتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر ڈالا گیا تو ان کی بینائی واپس آگئی (سورہ یوسف آیت ۹۶) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبہ مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے میں نے حاصل کرلیا تھا اور اسے دھوکر بیماروں کو پلاتے تھے تو ان کو شفاء مل جاتی تھی (مسلم ۲/۱۹۰۔ مشکواۃ ص ۳۷۶) حضرت ام سلمہ کے پاس ایک چاندی کی ڈبیہ تھی جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک تھے وہ جب کسی کو نظر لگ جاتی تھی یا کوئی بیمار ہوتا تھا تو وہ پانی کا برتن آپ کے پاس بھیج دیا کرتا تھا آپ اس میں وہ ڈبیہ ڈبو دیا کرتی تھیں اور اس پانی کو جب بیمار پیتا تھا تو اس کو شفاء ملتی چلی جاتی تھی (بخاری ۲/۸۷۵) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ٹوپی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک سیئے ہوئے تھے جس کی برکت سے ان کو ہر

Marfat.com

جنگ میں فتح ونصرت ملتی تھی (عمدۃ القاری شرح بخاری ۳/۳۷) ثابت ہوا کہ تبرکات سے مشکلیں آسان ہوتی ہیں' بیماریاں اور بلائیں رد ہوتی ہیں اور مرادیں بر آتی ہیں۔ جب ان اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے تبرکات کی یہ تاثیر ہے تو خود اللہ تعالیٰ کے پیارے کیوں نہ مشکل کشا اور دافع بلاء ہوں گے.....؟

☆ چوتھی اہم بات اس آیت سے یہ ثابت ہوئی کہ جب اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے جسم سے لگنے والے تبرکات میں یہ برکتیں اور تاثیریں ہیں تو پھر جس قبر میں خود اللہ کے پیارے کا جسم موجود ہوگا وہاں کیوں نہ اللہ تعالیٰ کی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں گی۔ اور اس قبر کے صدقہ میں کیوں نہ مشکلیں آسان ہوں گی اور کیوں نہ مرادیں پوری ہوں گی۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب مدینہ میں شدید قحط پڑا اور لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ روضہ شریف کی چھت میں ایک سوراخ اس طرح کردو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رہے۔ جب لوگوں نے ایسا کیا تو بارش اسی وقت برسنی شروع ہوگئی اور اتنی برسی کہ اس سال کا نام "عام فتق" ہوگیا کہ اونٹوں کے جسم کھا کھا کر چربی سے پھٹنے لگے (سنن دارمی ۱/۴۳) اسی طرح حضرت امام شافعی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے کوئی مشکل پیش آتی ہے تو میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر حاضر ہوکے دو رکعت نماز پڑھ کے ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں اسی وقت میری مشکل آسان ہوجاتی ہے (فتاویٰ شامی ۱/۴۱) حضرت امام بخاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کو جب قبر میں رکھا تو ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آنے لگی۔ لوگ بطور تبرک آپ کے مزار کی مٹی کو لیجانے لگے یہاں تک کہ آپ کی قبر کے ارد گرد ایک لکڑی کا جال بنادیا گیا تاکہ لوگوں سے قبر محفوظ رہے۔ پھر جب سمرقند میں قحط پڑا تو قاضی شہر سب لوگوں کو لے کر آپ کی قبر پر گیا اور آپ کی قبر کے وسیلہ سے دعا

Marfat.com

کی تو اس زور کی بارش ہوئی کہ سات روز تک مسلسل ہوتی رہی (تیسیر الباری شرح بخاری ۱/ ۲۲) بہرحال ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے مزارات پر حاضری دینا اور ان کے مزارات کے وسیلہ سے دعائیں کرنا قبولیت دعا اور رحمت خداوندی کا موجب ہوتا ہے۔

☆ پانچویں بات اس آیت مبارکہ سے یہ ثابت ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے تبرکات کی بے ادبی اور توہین کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی ناراضگی کا باعث ہوتا ہے۔ دیکھیے قوم عمالقہ نے جب اس تبرکات والے صندوق کو کوڑے کے ڈھیر پر پھینکا تو وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ لہٰذا بزرگوں کے تبرکات اور ان کی قبروں کی بے ادبی اور گستاخی سے بچنا چاہیے کہیں اس گستاخی اور بے ادبی کے سبب خدا کے قہر اور عذاب سے دوچار نہ ہو جائیں۔

آیت نمبر (۲۷)

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

اے حبیب آپ فرما دیجئے کہ اللہ کا وہ فضل جو ان پر ہوا اور اللہ کی رحمت جو انہیں عطاء کی گئی اس کے سبب وہ خوشیاں منائیں یہ اس سے بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں (سورہ یونس پارہ نمبر ۱۱ر آیت نمبر ۵۸)

فائدہ:---- اس آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت" کے ملنے پر خوب خوشیاں مناؤ۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کے فضل اور رحمت سے یہاں کیا مراد ہے.....؟ تو آیئے قرآن حکیم سے ہی پوچھتے ہیں۔ ارشاد رب العزت ہے ..... وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخَاسِرِيْنَ ..... مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس آیت میں میں فضل اور رحمت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے

Marfat.com

کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں میں تم پر اپنا فضل اور رحمت نہ کرتا تو تم تباہ و برباد ہو جاتے۔ دوسرے مقام پر اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ..... **وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَتً لِّلْعَالَمِیْنَ** ..... معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی سب سے بڑی رحمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے "رحمت للعالمین" بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا اب مندرجہ بالا آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ جو سب سے بڑی رحمت ہے یعنی "رحمت للعالمین" کی ذات گرامی' ان کی آمد اور ان کے میلاد پر خوب خوشیاں مناؤ اور اس پر خوب فرحت و مسرت کا اظہار کرو۔

☆ اس آیت میں "فضل اور رحمت" دو چیزوں کا ذکر کیا لیکن ان کے لیے ضمیر اس کے بعد "ذالک" کی واحد لائی گئی۔ حالانکہ دو چیزوں کے لیے عربی میں ضمیر تثنیہ کی آتی ہے۔ لیکن یہاں واحد کی ضمیر لا کر اشارہ کر دیا کہ میرا فضل اور میری رحمت سے یہاں دو علیحدہ علیحدہ چیزیں مراد نہیں ہیں بلکہ ایک ذات مصطفیٰ مراد ہے جو میرا عظیم فضل بھی ہے اور میری سب سے بڑی رحمت بھی ہے۔ لہٰذا اسی ایک ذات کی آمد پر خوشیاں منانے کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر خوش ہونے اور اس کا شکر ادا کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ نماز پڑھ کر بھی' روزہ رکھ کر بھی اور دیگر عبادت کر کے بھی' صدہ وخیرات کر کے بھی۔ الغرض مختلف طریقوں سے اظہار مسرت کر کے اس کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہاں کسی خاص چیز کا اس آیت میں ذکر نہیں فرمایا گیا۔ اگر یہ کہہ دیا جاتا کہ نماز شکرانہ ادا کر کے فرحت کا اظہار کرو اور میرا شکریہ ادا کرو تو میلاد شریف پر صرف نماز پڑھ کے اظہار مسرت کرنے والا قرآن پر عمل کرنے والا ہوتا لیکن دوسرے انداز سے مسرت اور فرحت کا اظہار پھر مشروع نہ بنتا۔ لیکن رب کائنات

Marfat.com

نے ..... فَلْيَفْرَحُوْا ..... کا عام لفظ لاکر بتادیا کہ تم خوشی اور فرحت کے مواقع پر جس انداز سے جس اپنے ملک اور تہذیب وتمدن کے مطابق خوشیاں مناتے ہو۔ میرے محبوب کی آمد پر بھی اسی طرح اور اسی انداز سے خوب فرحت اور مسرت کا اظہار کرکے میری اس عظیم نعمت پر میرا شکریہ ادا کرنا۔ لہٰذا اب جو کوئی میلاد شریف کے موقعہ پر روزہ رکھتا ہے کوئی نمازیں پڑھتا ہے کوئی الوان و اقسام کے کھانوں کی دیگیں پکاتا ہے کوئی اپنے گھر کو سجاتا ہے کوئی قمقمے لگاتا ہے کوئی بجلیاں جلاتا ہے کوئی چراغاں کرتا ہے۔ الغرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام جس انداز سے خوشی مناتا ہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرکے اس کا شکریہ ادا کررہا ہوتا ہے۔ بہرحال ثابت ہوگیا کہ ہر وہ خوشی جس کی اسلام میں ممانعت نہیں آئی، میلاد شریف کے موقع پر اس خوشی کا منانا نہ شرک ہے نہ بدعت۔ بلکہ قرآن پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کا طریقہ ہے۔

☆ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے کئی تاکیدیں ذکر فرمائیں۔ ایک لفظ "قُلْ" لایا گیا دوسرا "بِذَالِکَ" کے لفظ کا اضافہ کیا گیا۔ پھر تیسرے "ذَالِکَ" کے لفظ پر "فَا" کا اضافہ کیا گیا۔ چوتھے "فَلْيَفْرَحُوْا" کے لفظ پر "فَا" کا اضافہ اور "لَام" تاکید کا اضافہ کیا گیا۔ پانچویں "بِفَضْلِ اللّٰهِ" میں جار مجرور کو مقدم لاکر حصر کا فائدہ دیا گیا۔ چھٹے رحمت کے لفظ پر "ب" دوبارہ لائی گئی۔ الغرض اس کلام کو رب نے کئی تاکیدوں کے ساتھ موکد کردیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رب علّامُ الغُیُوْبُ ہے۔ اس کو پتہ تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ میرے محبوب کے "میلاد" منانے کو شرک وبدعت کہا جائے گا اور اس سے روکا جائے گا اس لیے رب نے پہلے ہی سے قرآن میں اپنے محبوب کے میلاد پر خوشیاں منانے کے حکم کو کئی تاکیدوں کے ساتھ موکد کرکے مسلمانوں کو بتادیا کہ دیکھو خبردار کوئی اس کی کتنی ہی ممانعت کرے لیکن تم کسی کے بہکانے میں نہ آنا بلکہ ضرور بالضرور میرے محبوب کے میلاد کی خوشیاں منا کر

Marfat.com

میرے محبوب بن جانا۔ دیکھو کسی کی باتوں میں آکر اس میں ذرا سی کوتاہی نہ کرنا' خوب خوشیاں منانا اور مجھے راضی کرلینا۔ اول تو رب کا کہہ دینا ہی اس کے بندوں کے لیے کافی تھا چہ جائیکہ اتنی تاکیدوں کے ساتھ وہ حکم دے۔ اب بھلا کس کی مجال ہوسکتی ہے کہ وہ اس عظیم حکم سے سرتابی کرے۔ اگر اتنے پر زور حکم کے باوجود اب بھی اگر کوئی میلاد شریف نہیں مناتا یا اس کو برا سمجھتا ہے تو اس سے بڑا خدا کا نافرمان کون ہوگا.....؟

☆ اس آیت کے آخیر میں فرمایا ..... **هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ**.....

کہ یہ تمہارا خوشیاں منانا اس سے بہتر ہے جو کچھ تم نے جمع کیا ہے۔ اب جمع دو ہی قسم کی چیزیں کی جاتی ہیں۔ ایک دنیا کے حوالہ سے مال دولت اور دوسرے آخرت کے حوالہ سے اعمال صالحہ۔ یعنی نماز روزہ' حج وزکوٰۃ اور صدقات وخیرات وغیرہ۔ لہٰذا اس آیت کے اب معنی یہ ہوں گے کہ خواہ تم بنگلے کوٹھیاں اپنی جائدادیں کاریں بینک بیلنس الغرض یہ مادی دولت جمع کرلو یا خوب نمازیں روزے عمرے اور صدقات وخیرات کرکے اخروی دولت جمع کرلو لیکن یاد رکھنا میرے محبوب کے میلاد کی خوشیاں منانا ان سب سے بہتر ہے.....! دراصل اس آیت میں ان لوگوں کو جواب دے دیا جو یہ کہتے ہیں کہ میلاد شریف کے موقعہ پر چراغاں سجاوٹ اور جلسے جلوسوں پر پیسہ خرچ کرنے کے بجائے کسی یتیم بیوہ وغیرہ پر خرچ کردیا جاتا تو اچھا رہتا۔ گویا اس کا جواب دیدیا گیا کہ اپنے بچوں کی ولادت ان کی شادی بیاہ وغیرہ اپنے ملک کی آزادی یا کسی سربراہ مملکت کے آنے پر خوب خوشیاں مناتے ہو بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہو اس وقت تمہیں یہ بات یاد نہیں آتی۔ جب میرے محبوب اور ساری کائنات کے محسن کی آمد پر اظہار مسرت کا وقت آتا ہے تمہاری جبینوں پر شکنیں پڑجاتی ہیں۔ یاد رکھو میرے محبوب کی آمد پر خوشیاں منانا مجھے تمہارے تمام نیک اعمال سے زیادہ پیارا ہے۔ اور یہ اظہار مسرت تمہارے لیے بھی تمام اعمال خیر سے بدرجہا افضل و

Marfat.com

بہتر ہے۔ اس لیے کہ یہ اعمال نماز و روزہ حج و زکوٰۃ سب ہی میرے محبوب ہی کا صدقہ تو ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ سب سے بڑی میری نعمت میرے محبوب کی آمد ہے۔ لہٰذا اس پر خوب خوشیاں مناؤ کہ یہ تمہارے تمام اعمال جو تم نے جمع کیے ہیں ان سب سے بہتر ہے۔

☆ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پاک منانے کا حکم دیا جب کہ عالم ارواح میں تمام انبیاء کی پاک روحوں کو جمع کرکے پاک مجمع میں اپنے محبوب کی آمد کا ان کے اوصاف کا ذکر کرکے میلاد مصطفیٰ کی محفل سجا کر عرش پہ اپنے محبوب کا رب نے خود میلاد منایا۔ پھر قرآن میں کبھی ..... **لَقَدْ جَآئَکُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفُسِکُمْ** ..... فرما کے۔ کبھی ..... **لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلاً** ..... فرما کے۔ کبھی ..... **وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ** ..... فرما کے اپنے محبوب کی آمد اور ان کی ولادت کا بار بار ذکر کرکے ان کے میلاد کی محفل بار بار سجا کر یہ اشارہ کردیا کہ میں بھی بار بار اپنے محبوب کا میلاد قرآن میں منا رہا ہوں۔ تم بھی اپنے آقا کا بار بار میلاد منایا کرو۔ رب کی اس سنت پر عمل کرتے ہوئے تمام نبیوں نے اپنے اپنے زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور ولادت کا ذکر کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد پاک منایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس طرح میلاد منایا ..... **وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ** ..... خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے میلاد کی خوشی منائی۔ اور وہ اس طرح کہ اپنا عقیقہ فرمایا۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ عقیقہ زندگی میں دو بار نہیں ہوتا جب آپ کے دادا حضرت **عبدالمطلب** آپ کا عقیقہ کر چکے تھے تو آپ کے عقیقہ کرنے کا کیا مقصد.....؟ دراصل یہ آپ نے اپنے ولادت کی خوشی منائی اور بطور شکرانہ ایسا کیا تاکہ امت کے لیے میلاد پر کھانے پکانا اور دیگیں لٹانا سنت ہو جائے۔ ہم اس خوشی میں گلی اور کوچہ و بازار سجاتے ہیں۔ رب نے اپنے

Marfat.com

محبوب کی آمد پر میلاد کی خوشی میں ساری زمین کو سرسبز وشاداب کرکے سجادیا' قحط سالی دور ہوگئی اور خوش حالی ہریالی اور تروتازگی سے روئے زمین پر نکھار آگیا۔ ہر طرف سبز مخملی چادر بچھادی گئی اور درخت پھلوں اور پھولوں سے مزین کردیئے گئے۔ ہم بندے ٹیوب لائٹ اور مرچیں لگاکر گلی کوچوں کو روشن کرتے ہیں۔ رب نے اپنے محبوب کی آمد پر ایسا عظیم چراغاں کیا کہ حضرت بی بی آمنہ کے بطن سے ایسا نور ظاہر فرمایا جس سے شرق وغرب سارا جہاں روشن ہوگیا (سیرت حلبیہ ص ۹۱/ طبقات ابن سعد) ہم اس خوشی میں جھنڈے لگاتے ہیں رب نے بھی فرشتوں کے ذریعہ تین جھنڈے لگوائے۔ ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک کعبہ اللہ کی چھت پر۔ ہم میلاد کی خوشی میں لڈو اور مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں۔ رب نے اپنی شان کے لحاظ سے دنیا بھر کی عورتوں کو اس خوشی میں لڑکے ہی لڑکے عطا فرمائے (انوار محمدیہ لنبہانی ص ۲۲ / السیرۃ الحلبیہ ص ۷۸) الغرض رب نے اپنے محبوب کے میلاد کی خوشیاں منانے کا حکم دے کر اور خود بھی خوشیاں مناکر قیامت تک کے لیے میلاد منانے کو اپنی سنت اور اپنے خاص قرب کا ذریعہ بنادیا۔ لہٰذا آج جو میلاد کی خوشیاں منائے گا وہ سنت الٰہیہ اور سنت انبیاء اور سنت مصطفیٰ اور سنت اولیاء پر عمل پیرا ہوگا۔

آیت نمبر (۲۸)

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ○

آپ توکل اسی ذات پر کریں جو غالب ورحیم ہے وہ آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا سجدہ کرنے والوں میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے (سورہ شعراء پارہ ۱۹ر آیت ۲۱۹)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں فرمایا گیا کہ سجدہ کرنے والوں میں آپ کی گردش اور آپ کے منتقل ہونے کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن

Marfat.com

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور جو آپ کے آباؤاجدا کی پشتوں میں منتقل ہوتا رہا اور گردش کرتا رہا۔ رب اس کو بھی دیکھ رہا تھا (ابو نعیم / مسالک الحنفاء ص ۴۰) تفسیر جمل ۳/۳۹۶، تفسیر صاوی ۲/۲۸۷، اور تفسیر کبیر میں بھی اسی قسم کی تفسیر کی گئی ہے کہ "ساجدین" سے وہ مومن مرد اور عورتیں مراد ہیں جن کی پشتوں اور رحموں میں آپ کا نور منتقل ہوتا رہا اس کو رب دیکھ رہا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤاجداد حضرت آدم وحوا علیہما السلام سے لیکر حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک سب کے سب مومن تھے۔ کیونکہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام آباؤاجداد اور امہات جن کی پشتوں اور رحموں میں آپ کا نور منتقل ہوتا رہا ان کو قرآن نے "ساجدین" سجدہ کرنے والے کہا جس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے کافر اور مشرک کوئی بھی نہیں تھا بلکہ سب صاحب ایمان تھے۔ اس کی تصدیق قرآن کی اس دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے والد اور مولود دونوں کی قسم ارشاد فرمائی ہے کہ ..... وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ..... (سورہ بلد آیت ۹) اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں والد سے مراد حضور کے آباؤ اجداد ہیں اور "وماولد" سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے (تفسیر مظہری جلد ۱۰ر ص ۲۶۴) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کی قسم ارشاد فرما کے ان کی عظمت اور کرامت کا اظہار کرکے ان کے ایمان کو بیان فرمادیا۔ کیونکہ قسم عزت و عظمت والی چیز کی کھائی جاتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت و عظمت صرف اسلام میں ہے۔ چنانچہ فرمایا ..... وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ ..... اس سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سب مومن ہونے کے باعث معزز تھے۔ جب ہی تو

Marfat.com

لائق قسم قرار پائے۔ بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کافر تھے۔ انہیں یہ سوچنا چاہیے کہ معاذ اللہ اگر وہ کفر پر ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں ان کو ساجدین کے لقب سے کیوں یاد کرتا اور ان کی قسم کیسے ارشاد فرماتا.....؟ جب کہ ایک صحیح حدیث مبارک میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی نسل انسانی دو حصوں میں بٹی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں کیا جو ان دونوں میں بہتر تھا۔ اپنے والدین کے یہاں میری ولادت اس حال میں ہوئی کہ زمانہ جاہلیت کی کسی برائی نے مجھے نہیں چھوا۔ آدم سے لے کر میرے والدین تک میرے اجداد اور جدات میں کہیں بھی کوئی بدکاری نہیں پائی جاتی۔ میں تم سب سے نفس کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں اور باپ کے لحاظ سے بھی (تفسیر مظہری)

اس حدیث مبارک سے واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤاجداد اور امہات و جدات سب کے سب کفر اور فسق وفجور سے پاک تھے۔ **المعجم** الاوسط میں امام طبرانی نے جو روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے رب کی بارگاہ میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو میری خاطر زندہ فرمایا وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اس کے بعد پھر برزخ کی طرف لوٹ گئیں۔ تو اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پہلے مسلمان نہیں تھیں۔ زندہ کرکے ان کو مسلمان کیا گیا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو زندہ کرکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھوا کے صحابیت کے مرتبہ اور بلند وبالا درجات پر فائز کرنا مقصود تھا۔ اس لیے ان کو زندہ کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھوایا گیا (نبراس ص ۵۲۷) وہ احادیث جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا کفر پتہ چلتا ہے وہ سب منسوخ ہیں۔ اس حدیث سے جس میں زندہ کر

Marfat.com

کے ان کو کلمہ پڑھانے کا ذکر ہے۔ کیونکہ یہ واقعہ ہے حجۃ الوداع کا۔ اس کے علاوہ کفر والی حدیثیں منسوخ ہیں اس آیت مبارکہ سے بھی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ..... وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ..... ہم اس وقت تک کسی قوم کو عذاب نہیں دیں گے جب تک کوئی نہ کوئی رسول ان کے پاس بھیجا نہ جائے (سورہ اسراء ۱۷/۱۵) یعنی ایسا دور جس میں کوئی شریعت اپنی اصلی حالت میں موجود نہ ہو نہ ہی کسی رسول نے اپنی رسالت کا اعلان کیا ہو ایسے دور کو "دور فترۃ" کہتے ہیں۔ اور اس دور کے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ اس آیت میں اعلان فرما رہا ہے کہ میں ان کو عذاب نہیں دوں گا۔ تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا بھی دور فترۃ سے تعلق تھا۔ کیونکہ آپ کے والد گرامی اس وقت فوت ہو گئے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی شکم مادر میں تھے۔ اور آپ کی والدہ کا اس وقت انتقال ہوا تھا جب آپ کی عمر شریف صرف چار سال کی تھی اور آپ نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ لہٰذا قرآنی اصول کے مطابق کیونکہ آپ کے والدین "اہل فترۃ" سے ہیں لہٰذا آپ جنتی ہیں اور آپ کو عذاب نہیں ہوگا۔ لہٰذا اس آیت کے خلاف اگر کوئی حدیث ہے جس سے آپ کے عدم ایمان کا اظہار ہوتا ہو تو وہ منسوخ سمجھی جائے گے اور قرآن کے مقابلہ میں اس حدیث پر نہیں کیا جائے گا (**التعظیم والمنہ لجلال الدین سیوطی ص ۴۷**)

بہر حال صحیح اور درست عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین صاحب ایمان اور جنتی ہیں۔ حضرت علامہ آلوسی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائیں.....! آپ فرماتے ہیں کہ کسی کے ماں باپ کو یہ کہہ دو کہ وہ جہنمی ہیں تو اس کو کتنی ایذء پہنچے گی۔ لہٰذا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں وہ دراصل حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کو ایذاء پہنچا رہے ہیں۔ جب کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے.......... **اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ** .... کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچا رہے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے گستاخانہ عقیدوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

آیت نمبر(۲۹)

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ○

اور جس کے پاس کتاب کا علم تھا اس نے کہا کہ میں اس کو (تخت کو) آپ کے پاس حاضر کردوں گا آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے (سورہ نمل پارہ ۱۹ر آیت نمبر ۴۰)

فائدہ:--- حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے کہا کہ تم میں سے کون بلقیس کے تخت کو اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے لے کر آسکتا ہے۔ ایک جن کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ میں اس تخت کو اس مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے لے کر آسکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں مجھے اس سے بھی جلدی وہ تخت یہاں چاہیے۔ یہ سن کر آپ کے ایک غلام آپ کی امت کے ایک ولی آصف بن برخیا کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آوٴں گا۔ چنانچہ آپ نے پلک جھپکی تو وہ تخت آپ کے سامنے تھا..........!

قرآن کے اس واقعہ سے سب سے پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی امت کے اولیاء کو یہ روحانی طاقتیں عطاء فرمائی ہیں کہ وہ ملک سبا سے بیت المقدس تک جو تقریباً ڈیڑھ ہزار میل کی مسافت بنتا ہے۔ وہاں سے ایک ایسے بھاری بھرکم تخت کو جو اسی گز لمبا اور چالیس گز چوڑا تھا اور ہیرے جواہرات اور چاندی سے مرصع تھا اس کو ایک سیکنڈ میں بلکہ اس سے بھی پہلے پلک جھپکنے کے اندر لے کر آسکتے ہیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے اولیاء کی یہ شان

Marfat.com

ہے تو امام الانبیاء کی امت کے اولیاء جن کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ انبیائے بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ ان کی روحانی طاقتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ جب ایک اللہ تعالیٰ کا ولی اپنی جگہ پر بیٹھ کے سیکڑوں میل دور شاہی محل میں رکھے ہوئے تخت کو دیکھ بھی رہا ہے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر وہاں سے اس کو آن واحد میں لا رہا ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء دور دراز پھیلے ہوئے اپنے مریدوں غلاموں اور چاہنے والوں کی حالت زار کو کیوں نہیں دیکھ سکتے.........؟ اور مشکل وقت میں جب وہ ان کو پکاریں گے تو وہ ان کی کیوں نہیں مدد کریں گے۔ یقیناً وہ ان کی دستگیری فرماتے ہیں۔ دیکھیے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی کے ممبر پر بیٹھ کے سیکڑوں میل دور نہاوند کے مقام پر میدان جنگ میں اسلامی لشکر کو دیکھ بھی لیا اور ممبر پر بیٹھے بیٹھے .... **یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلْ** .... فرما کے ان کی مدد بھی فرمائی۔ اتنے فاصلہ پر بغیر کسی وائرلیس اور ٹیلی فون کے ان کی آواز وہاں پہنچ بھی گئی اور اس آواز پر عمل کر کے وہ جنگ میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے لیے قرب و بعد کی کوئی حیثیت نہیں وہ دور دراز کی مسافتوں پر اپنے غلاموں کو دیکھ بھی لیتے ہیں۔ ان کی فریادوں کو سن بھی لیتے ہیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے ان کی مدد بھی فرمادیا کرتے ہیں۔ اگر کوئی اس کا انکار کرتا ہے تو وہ در حقیقت قرآن کا انکار کر رہا ہے کہ یہ حقیقت قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا حضرت غوث پاک رحمت اللہ تعالیٰ علیہ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں روئے زمین کو ایک رائی کے دانہ کے برابر دیکھتا ہوں پھر فرمایا کہ میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا ستر کھل جائے تو میں اپنے مقام پر بیٹھے بیٹھے وہیں سے اس کی ستر پوشی کردوں گا۔ اور قیامت تک جو میرے سلسلہ میں آنے والا اگر ٹھوکر کھانے لگے گا تو میں اس کو سنبھال لوں گا۔ یہ آپ کا ارشاد سچ اور حق ہے۔ اسی طرح حضرت

Marfat.com

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں روئے زمین کو ناخن کے مانند دیکھتا ہوں۔ یہ بھی برحق ہے۔ اور اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو یہ سب روحانی طاقتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کے پاس کتاب یعنی توریت کا تھوڑا سا علم تھا وہ پلک جھپکنے میں تخت لے آیا۔ اس سے علم کی فضیلت بھی پتہ چل گئی کہ جس کے پاس تھوڑا سا علم تھا اس کی اتنی بڑی طاقت تھی تو جو اولیائے کرام قرآن کے علوم کے حامل ہوں گے ان کی طاقتیں تو پھر اس سے بھی کہیں زیادہ ہوں گی۔ جب توریت کا تھوڑا سا علم رکھنے والا سیکڑوں میل سے تخت بلقیس کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ اور آن واحد میں اٹھا کر لا بھی سکتا ہے تو وہ اولیائے کرام جن کے سینے اللہ تعالیٰ کی سب سے آخری اور افضل کتاب یعنی قرآن کے علوم سے روشن و منور ہیں وہ کیوں نہیں بیڑے ترا سکتے اور مشکلیں آسان کرسکتے اور آن واحد میں ہاتھ بڑھا کر مصیبت میں گرفتا بندگان خدا کی دستگیری کیوں نہیں کرسکتے۔

اور جب اولیاء کی یہ شان ہے جن کے پاس قرآن کا تھوڑا سا علم ہے تو خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ سارا قرآن نازل ہوا اور ..... **الرحمٰن علّم القرآن** ..... فرما کے رب نے جن کو سارے قرآن کے مکمل علم عطاء فرمادیئے ان کی طاقتوں اور قوتوں کا پھر کون اندازہ کرسکتا ہے۔ ان کی تو ادنیٰ سے طاقت یہ ہے کہ ان کے ایک معمولی سے اشارے پر شجرو حجر اور شمس و قمر بھی فوراً تعمیل حکم بجالاتے ہیں۔ اب بھی اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت و قدرت اور قوت کا انکار کرے اور کہے کہ وہ کچھ نہیں کرسکتے تو اس کے لیے یہی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں کانوں پر مہر لگادی ہے جو نبی کی شان اس کو کچھ نظر ہی نہیں آرہی۔

اشارے سے چاند چیر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب وتواں تمہارے لیے

Marfat.com

آیت نمبر (۳۰)

حَتّٰىٓ اِذَآ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا

یہاں تک کہ جب وہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) چیونٹیوں کی وادی سے گزرے تو ایک چیونٹی کہنے لگی اے چیونٹیو اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں سلیمان اور اس کا لشکر بے خبری میں تمہیں کچل نہ ڈالیں' تو (سلیمان علیہ السلام) اس کی بات سے مسکرا کر ہنس پڑے (سورہ نمل پارہ ۱۹، آیت ۱۸)

فوائد:---اس آیت سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے ☆ پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اگر کسی چیونٹی کو ہمارے کان کے اندر بھی رکھ دیا جائے تب بھی ہم اس کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تین میل کے فاصلے سے اس چیونٹی کی آواز کو سن لیا۔ جو اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہہ رہی تھی کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا ہے تو کہیں ہم کچلے نہ جائیں۔ لہٰذا اپنے بلوں میں گھس جاؤ۔ آپ اس کی یہ بات سن کر مسکرا دیئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ہمارے جیسے نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہم سے کہیں زیادہ طاقتیں عطاء فرمائی ہوتی ہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ان کو اپنے اوپر قیاس کر کے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ وہ دور کی آواز نہیں سن سکتے بلکہ وہ دور و نزدیک کی ہلکی سے ہلکی آواز بھی سن لیتے ہیں۔ ان کو اپنے جیسا نہیں سمجھنا چاہیے۔

☆ دوسرا اس آیت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام تین میل کے فاصلہ سے چیونٹی کی آواز سن سکتے ہیں تو جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے بھی نبی ہوں بلکہ سارے نبیوں کے امام ہوں وہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم مدینہ میں جلوہ گر ہوتے ہوئے ہم دور افتادہ غلاموں کی فریاد نہیں سن سکتے.....؟ ان کا غلام کائنات کے کسی کونہ اور گوشہ میں ہو جب ان سے فریاد کرتا ہے تو وہ اس کی فریاد کو خود سن بھی لیتے ہیں اور فریاد رسی بھی فرماتے ہیں- مدینہ سے یہاں ہمارے ملکوں اور شہروں کی دوری کیا حیثیت رکھتی ہے- ان کی شان تو یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کے آسمان کی آوازیں سن لیتے ہیں- چنانچہ ایک روز آپ نے فرمایا کہ اس وقت آسمان سے چرچراہٹ کی آواز آئی ہے- اور اس سے ایسی آواز آنی بھی چاہیے کیونکہ اس میں کوئی ایک قدم بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کناں نہ ہوں- لہٰذا اس کی وجہ سے یہ آواز آئی ہے (ترمذی / تفسیر کبیر، زیر آیت **اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ**) یہ تو آسمان کی آواز تھی- میرے نبی کی شان تو یہ ہے کہ ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت ہے- معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تھے اور زمین پر حضرت بلال چل رہے تھے- تو سرکار نے فرمایا اے بلال میں نے جنت میں تیری جوتیوں کے چلنے کی آواز سن لی تھی (بخاری و مسلم) حضرت حارثہ بن نعمان سے فرمایا کہ میں نے تمہاری تلاوت اور قرائت کی آواز جنت میں سنی تھی- یہ تو آواز کی بات تھی- میرے آقا سرور کون و مکان کا مقام تو یہ ہے ک جہاں ظاہری آواز بھی نہیں ہوتی صرف دل میں کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے- میرے آقا اس دل کی آواز کو بھی سن لیتے ہیں- آپ نے خود فرمایا خدا کی قسم تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع وخضوع یعنی عبادت کے وقت جو کیفیت تمہارے دل میں پیدا ہوتی ہے مجھ سے وہ بھی پوشیدہ نہیں ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴) آج بھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کائنات کے جس گوشہ اور کونہ میں بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ درود پڑھنے والے کی آواز کو میں خود سنتا ہوں- صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وفات کے بعد بھی آپ سنیں گے.....؟ آپ نے فرمایا ہاں وفات کے بعد

Marfat.com

بھی اسی طرح سنوں گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام کردیا ہے (سنن ابن ماجہ / طبرانی / جلاء الافہام جلد ا ر ص ۷۴) اور میرا نبی صرف دور سے آواز سنتا ہی نہیں بلکہ مدد بھی فرماتا ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز وضوخانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا ..... **لَبَّیْکَ نُصِرْتَ** ..... میں حاضر ہوں تیری مدد کی گئی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں تو کوئی نہیں ہے یہ آپ کس سے کلام فرما رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا بنو کلب کا رجز خواں مجھے مدد کے لیے پکار رہا تھا تو اس کے جواب میں میں کہہ رہا تھا کہ میں حاضر ہوں اور تیری مدد کی گئی۔ حضرت میمونہ فرماتی ہیں کہ تین دن کے بعد جب آپ نے صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھائی تو میں نے سنا کہ وہ ہی رجز خواں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدحیہ اشعار پیش کر رہا تھا (طبرانی معجم صغیر ص ۲۰۔

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

☆ اس آیت مبارکہ سے تیسری اہم بات یہ ثابت ہوئی کہ چیونٹی نے اپنی ساتھی چیونٹیوں سے کہا کہ بلوں میں گھس جاؤ کہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تمہیں بے خبری میں نہ کچل دیں۔ معلوم ہوا کہ چیونٹی کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ نبی کے ساتھی ان کے صحابی کسی پر جان بوجھ کر کبھی ظلم نہیں کرتے۔ اسی لیے اس نے کہا کہ ..... **لَا یَشْعُرُوْنَ**..... یعنی بے خبری میں کہیں نہ کچل دیں ورنہ قصداً وہ ایسا نہیں کرسکتے۔ لہٰذا آج جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کر صحابہ کرام کے لیے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاذ اللہ انہوں نے حضرت علی یا حضرت بی بی عائشہ اور دیگر اہل بیت اطہار پر ظلم کیا تھا وہ چیونٹی سے بھی کم عقل ہیں۔ صحابہ سب آپس میں ایک دوسرے سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ایک دوسرے پر اپنی جانیں نچھاور کرتے تھے۔

Marfat.com

بھلا ان سے کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ہی ساتھیوں پر ظلم کرتے۔ وہاں ظلم کا کیا کام۔ وہاں تو حلم ہی حلم اور کرم ہی کرم تھا۔

☆ اس آیت میں ذکر ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی بات سن کر ہنس دیئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ہر زبان اور ہر بولی کو جانتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑا وسیع علم عطاء فرمایا ہے۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف علاقوں کے اپنے امتیوں کی زبانیں اور بولیاں کیسے سمجھیں گے۔ تو اس کا جواب آگیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چیونٹی کی زبان سمجھ سکتے ہیں۔ اور میرا نبی جب اونٹ بکری ہرن اور چڑیا کی زبانیں سمجھتا ہے تو کیا اپنے مختلف زبانیں بولنے والے امتیوں کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک اونٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو اس نے ایک آواز نکالی۔ آپ نے فرمایا اس کے مالک کو بلاؤ۔ جب اس کا مالک آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ اس اونٹ کو میرے ہاتھ پر فروخت کردو۔ اس نے عرض ک یا ہم تو آپ کو بغیر قیمت کے ہی پیش کردیتے لیکن ہمارا سارا گزر بسر اسی اونٹ پر ہے۔ آپ نے فرمایا اونٹ اپنے ہی پاس رکھو لیکن دیکھو اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ میرا مالک مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے اور چارہ کم دیتا ہے۔ لہٰذا آئندہ ایسا مت کرنا اور اس کا خیال رکھنا۔ جب اپ کچھ آگے گئے تو ایک درخت چیرتا اور دوڑتا ہوا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ٹہنیاں اور پتے آپ پر جھکادیئے اور تھوڑی دیر بعد واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا اس درخت نے پروردگار عالم سے اجازت مانگی تھی کہ میں تیرے حبیب کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اس کو اجازت مل گئی۔ وہ سلام کرنے حاضر ہوا تھا پھر چلا گیا (مشکواۃ ص ۵۴۰) ثابت ہوا کہ جو نبی اونٹ اور درختوں کی بولیاں سمجھ کر ان کی فریاد رسی فرما سکتا ہے وہ مختلف زبانیں بولنے والے اپنے امتیوں کی بولیاں بھی سمجھ سکتا ہے اور ان کی فریاد رسی بھی فرما سکتا ہے۔

Marfat.com

آیت نمبر(۳۱)

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا ○

بیشک اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے راضی ہوگیا جب کہ وہ آپ سے بیعت کررہے تھے درخت کے نیچے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینہ یعنی اطمینان اتارا اور جلد آنے والی فتح کا انعام دیا (سورہ فتح پارہ ۲۶ر ر آیت ۱۸)

فائدہ:--- یہ آیت کریمہ ان صحابہ کرام کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایک ببول کے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ اس بیعت میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت علی بھی موجود تھے۔ جب کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں دشمنوں سے بات چیت کے لیے بھیجا تھا۔ جب ان کی شہادت کی جھوٹی خبر مسلمانوں میں پھیلی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے اس جوش و جذبہ کو دیکھتے ہوئے اور اس کی قدر کرتے ہوئے صحابہ سے جہاد کی بیعت لی اور اپنے بائیں ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے دائیں کو اٹھا کر فرمایا کہ یہ محمد رسول اللہ کا ہاتھ ہے۔ اور اس طرح غائبانہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی بیعت لیکر ان کو بھی اس بیعت کی برکتوں میں شامل فرمالیا۔ اس آیت سے بہت سے فوائد حاصل ہوئے۔

☆ پہلا فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اس بیعت میں شامل ہونے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں "مومنین" کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ جب کہ اس بیعت میں تینوں خلفاء اور ان تینوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کا خلیفہ اور امام ماننے والے صحابہ بھی موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ تینوں خلفاء اور ان کے ماننے والے صحابہ سب مومن اور کامل الایمان ہیں۔ کیونکہ ان کے ایمان کی گواہی خود قرآن دے رہا ہے۔ لہٰذا معاذاللہ اگر آج کوئی ان کو یہ کہتا ہے کہ یہ اسلام سے نکل گئے تھے تو وہ درحقیقت قرآن کا انکار کررہا ہے۔ اور قرآن کو معاذاللہ جھوٹا بتا رہا ہے۔ ساتھ ساتھ حدیث کا بھی انکار ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے درخت کے نیچے بیعت کی اس میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ لہٰذا معاذاللہ ان بیعت کرنے والے خلفاء اور دیگر صحابہ کو کافر وغاصب اور جہنمی بتانا درحقیقت قرآن وحدیث کا انکار کرنا ہے۔

☆ بعض لوگ جو صحابہ کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس وقت بیعت کے وقت تو یہ مومن تھے لیکن بعد میں معاذاللہ کافر ہوگئے تھے۔ تو اس کا جواب بھی اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے دے دیا۔ فرما ..... لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ ..... کہ اللہ ان سے راضی ہوگیا۔ ظاہر ہے جس سے خدا راضی ہوگیا اس کا یقیناً انجام بھی بخیر ہوگا اور آخیر تک اس سے مرضی مولیٰ کے خلاف کوئی کام صادر نہیں ہوگا۔ کیونکہ خدا علام الغیوب ہے۔ اگر آئندہ ان سے کوئی غلط کام یا کوئی کفریہ کام صادر ہونے والا ہوتا تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کبھی بھی ان سے اپنی رضامندی اور اپنی خوشنودی کا اظہار نہ کرتا۔ اس علام الغیوب رب کی طرف سے ان کے لیے رضامندی کا اعلان اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ان کے انجام کو بھی دیکھ رہا تھا کہ ان سے آخر تک کوئی کام مرضی مولیٰ کے بغیر صادر ہونے والا نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنی رضا اور خوشنودی کا اعلان فرمادیا۔

☆ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافتیں بھی برحق تھیں۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان تینوں خلفاء اور ان کی خلافتوں کو تسلیم کرنے والے اور ان کو اپنا امام ماننے

Marfat.com

والوں کو نہ صرف یہ کہ مومن کامل کے خطاب سے نواز رہا ہے بلکہ ان سے اپنے راضی ہونے کا اعلان بھی فرما رہا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی خلافتیں حق تھیں۔ اگر معاذ اللہ ان کی خلافتیں ظلم اور غصب سے حاصل کردہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے کبھی بھی اپنی رضامندی کا اعلان نہ فرماتا۔ پھر دوسری بات یہ کہ اسی آیت میں آگے فرمایا گیا کہ ہم نے ان پر اطمینان اور سکینہ نازل فرمایا یعنی اب انہیں سوء خاتمہ کا کوئی اندیشہ نہیں۔ جب انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مل گئی تو اب شرک و کفر اور فسق و فجور کا وہاں کیا کام۔ اب وہاں ہر برائی سے طمانیت اور اطمینان ہے کہ کوئی برائی ان کے پاس نہیں آنے پائے گی۔ لہٰذا بعد میں ان کے معاذ اللہ گمراہ ہونے کا خیال بھی مت لانا۔

☆ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیائے کرام جو مریدوں سے نیک اعمال کے کرنے اور برے اعمال سے بچنے پر بیعت لیتے ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کیونکہ یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اہم عمل یعنی جہاد پر بیعت لی لیکن یہ بیعت لینے کا حق اسی کو ہے جو نبی کے علم ظاہر اور علم باطن دونوں کا وارث ہو۔ صحیح عقیدہ رکھتا ہو اور متبع شریعت ہو۔ اور جن میں یہ صفات نہ ہوں ان سے بیعت کرنا درست نہیں۔

☆ اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم غیب بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ قرار دیکر ان سے بھی بیعت لی گویا یہ اشارہ فرمادیا کہ حضرت عثمان غنی شہید نہیں ہوئے' یہ خبر غلط ہے بلکہ وہ تو زندہ ہیں جب ہی تو ان سے بھی تمہاری طرح بیعت لے رہا ہوں۔

آیت نمبر (۳۲)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ

Marfat.com

بَعدِ خَوفِهِم اَمنًا○

اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائے گا ان کو زمین میں جیسے بنایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور ضرور بالضرور ان کے لیے جمادے گا ان کا دین جو ان کے لیے اس نے پسند فرمایا ہے اور ضرور بالضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا (سورہ نور پارہ ۱۸ر آیت ۵۵)

فائدہ:--- تمام مفسرین کرام اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمارہے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کی خلافت کا اعلان فرمایا ہے اور اس آیت سے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم' ان چاروں خلفاء کی خلافت کا حق ہونا اور ان میں سے ہرایک کا خلیفہ راشدہ اور امام برحق ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو خلافت دینے اور ان کو خلیفہ بنانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن اس سے عام مسلمان حکمرانوں یا بنو عباس یا بنوامیہ کے خلفاء یا امام مہدی وغیرہ کی خلافت اور حکومت مراد نہیں ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا ہے ..... اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ..... کہ تم صحابہ کرام میں سے جو اس وقت (نزول آیت سے پہلے) ایمان لاچکے ہیں ان کو خلافت دوں گا۔ ظاہر ہے وہ صرف حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سواء اور کوئی نہیں۔ کیونکہ یہی وہ چاروں صحابہ ہیں جو نزول آیت کے وقت ایمان لاچکے تھے اور ان ہی کو خلافت ملی۔ تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے جس خلافت کے دینے کا وعدہ فرمایا تھا وہ یہی خلافت راشدہ ہے۔ جو حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صورت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کی گئی۔ لہٰذا جو خلافت اور حکومت وعدہ

Marfat.com

کرکے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عطاء فرمائی ہو اس کے عطیہ الٰہی، نعمت الٰہی اور محبوب الٰہی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے.....؟

☆ اس کے علاوہ اس آیت مبارکہ میں اس خلافت کی دو نشانیاں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس خلافت میں دین کو اللہ تعالیٰ جمادے گا اور خوب فروغ عطاء فرمائے گا۔ چنانچہ یہ نشانی بھی صرف اسی خلافت راشد میں نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اس دور میں دین کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ عرب و عجم میں اسلام پھیل گیا۔ دو سپرپاور روم اور ایران مسلمانوں کے زیر نگیں آگئے۔ قیصرو کسریٰ کے تخت و تاج مسلمانوں کے پاؤں تلے تھے۔ ہر طرف اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا۔ الغرض اس خلافت راشدہ کے دوور میں اسلام کو جو عروج حاصل ہوا وہ کسی اور دور میں نہیں ہوا۔ اس لحاظ سے بھی جس خلافت کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے وہ خلافت راشدہ کے سواء اور کوئی خلافت نہیں۔ دوسری نشانی اس آیت میں یہ بیان فرمائی گئی کہ اس خلافت کے دور میں مسلمانوں کا خوف امن سے بدل جائے گا۔ یہ نشانی بھی خلافت راشدہ میں بدرجہ اتم موجود تھی کہ مسلمانوں کو اپنی قوت اور فوقیت اور عظمت کے باعث تمام اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے خوف سے نجات مل گئی تھی۔ اور مسلمان ایک عظیم طاقت کی صورت میں دشمنوں سے بے خوف ہو کر حکمرانی کر رہے تھے۔

رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا

الغرض حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عثمان کی وہ خلافت اور حکومت جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرما کے مسلمانوں کو عطاء فرمائی ہو اور جس میں اسلام کو خوب عروج حاصل ہوا ہو۔ اور بے خوفی اور امن و سکون کا بول بالا ہو گیا ہو۔ ایسی حکومت کو ظلم و جبر اور غصب کی حکومت کہنا یہ صریح اس آیت کا انکار ہے۔ جب کہ حضرت

Marfat.com

ابو بکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کا انکار صرف قرآن ہی کا انکار نہیں بلکہ حدیث کا بھی انکار ہے۔ کیونکہ ان تینوں کی خلافت مشہور احادیث سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معاملہ میں گفتگو کی۔ آپ نے اس سے فرمایا پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو نہ پاؤں تو پھر کس کے پاس جاؤں۔ آپ نے فرمایا ابو بکر کے پاس چلی جانا (بخاری / مسلم / ترمذی / ابو دؤد) اسی طرح ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپ سے پوچھ کر آئیں کہ آپ کے بعد زکوٰۃ کس کو دیں۔ آپ نے فرمایا ابو بکر کو۔ انہوں نے پھر بھجوایا کہ ابو بکر کے بعد کس کو دیں۔ آپ نے فرمایا عمر کو۔ انہوں نے پھر پچھوایا کہ عمر کے بعد کس کو دیں۔ آپ نے فرمایا عثمان کو (حاکم) گویا بالترتیب خلفائے راشدین کی آپ نے اپنی زندگی ہی نشاندہی فرمادی تھی۔ بہر حال خلفائے راشدین کی خلافت قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کا انکار کرنا بہت سی آیات اور احادیث کا انکار کرنا ہے۔

آیت نمبر (۳۳)

وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

جو لوگ مہاجرین وانصار کے بعد آئیں یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو جو ایمان میں ہم سے سابق تھے ان کو بھی بخش دے۔ اور نہ رکھ ہمارے دلوں میں کوئی عداوت ان لوگوں کی جو ایمان لائے۔ اے ہمارے پروردگار یقیناً تو نرمی فرمانے والا اور مہربان ہے (سورہ حشر پارہ ۲۸ر آیت ۱۰)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ سے پہلی آیات میں تفصیل کے ساتھ

Marfat.com

مہاجرین و انصار، صحابہ کرام کا ذکر فرمایا گیا اور ان کے لیے کہا گیا کہ مہاجرین صحابہ ایسے اللہ تعالیٰ کے خالص اور نیک بندے تھے کہ انہوں نے اپنے رب کی رضا اور فضل حاصل کرنے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردیا وہ اللہ اور اس کے رسول کے مددگار تھے اور سچے لوگ تھے۔ اور انصار صحابہ کے لیے فرمایا کہ وہ مہاجرین سے بے لوث محبت کرتے تھے۔ وہ حرص وحسد سے پاک تھے۔ اور خود صاحب حاجت ہونے کے باوجود مہاجرین بھائیوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ وہ دین ودنیا میں کامیاب اور کامران ہیں------ اس سے ثابت ہوا کہ جن صحابہ کرام کی انکا رب ان کا خالق و مالک اتنی تعریفیں کررہا ہے۔ اتنے اوصاف بیان فرمارہا ہے اور دین ودنیا میں ان کو کامیاب فرماکے ان کے بہترین انجام سے ہمیں باخبر کررہا ہے۔ بھلا ایسے مقدس اور پاکیزہ صحابہ کو کافر یا فاسق وفاجر کیسے کہا جاسکتا ہے.....؟ اس آیت کے بعد اب ان کے متعلق یہ گمان بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ معاذاللہ ہدایت پر نہیں رہے تھے۔ یا معاذاللہ اسلام سے نکل گئے۔ ایسا عقیدہ رکھنا اس آیت کا صریح انکار ہے۔

☆ تیسرا گروہ اس آیت میں ان مسلمانوں کا بیان کیا گیا جو مہاجرین وانصار کے بعد آئیں گے۔ اور ان مہاجرین وانصار کے لیے استغفار یعنی دعائے خیر اللہ تعالیٰ سے کریں گے۔ اور ان کی طرف سے کوئی بغض وعداوت اپنے دلوں میں نہیں رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہو کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کی طرف سے دل میں بغض وعداوت رکھنا اور ان کے لیے بجائے دعائے خیر کے برے الفاظ زبان سے نکالنا یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ کیونکہ اس آیت میں مسلمانوں کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ صحابہ کی طرف سے کوئی کینہ اپنے دل میں نہیں رکھیں گے۔ بلکہ ان کو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کریں گے------ اہل بیت اطہار کا بھی یہی عقیدہ تھا چنانچہ حضرت امام زین العابدین کے پاس کچھ لوگ عراق سے آئے اور آپ کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی برائی کرنے لگے

Marfat.com

تو آپ نے فرمایا تم نہ تو مہاجرین میں سے ہو نہ انصار ہی میں سے ہو۔ اب رہ گیا مسلمانوں کا تیسرا گروہ تو وہ وہ مسلمان ہیں جو ان دونوں کی اچھائی بیان کرتے ہیں۔ اور قرآن کی اس آیت کی رو سے ان کی عداوت اپنے دل میں نہیں رکھتے۔ تو ان کی برائی کر رہا ہے۔ لہٰذا تو مسلمانوں کے اس گروہ میں بھی شامل نہیں۔ گویا تو مسلمانوں کی تینوں قسموں سے نکل گیا۔ اور جب تو مسلمان نہیں رہا تو میرے پاس سے اٹھ جا۔ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر کی برائی کرنے والوں کے لیے فرمایا کہ یہ لوگ دین سے خارج ہیں (کشف الغمہ مطبوعہ ایران ص ۱۹۹)

☆ تیسری بات اس آیت اور اس سے ماقبل آیات سے یہ ثابت ہوئی کہ "مال فے" یعنی وہ مال جو بغیر لڑائی اور فوج کشی کے دشمنوں سے حاصل کیا جائے وہ خاص کسی کی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وہ عام مسلمانوں کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا اور مسلمانوں کا امیر اس کو حسب ضرورت جہاں چاہے گا استعمال کرے گا۔ لہٰذا فدک کا باغ جس کا مال فے میں سے ہونا مسلمہ امر ہے وہ ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں نہیں تھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس میں وراثت کا مسئلہ پیدا ہوتا۔ بلکہ وہ تو مسلمانوں کا عام حق تھا۔ جس کو بیت المال میں لیکر کسی کو بھی دیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اس مسئلہ پر کسی اعتراض کی گنجائش نہیں۔

☆ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعریف فرما رہا ہے جو اپنے فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ فوت شدہ مسلمان بھائیوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا لائق ثواب' اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ اور اچھا فعل ہے اور اس سے مردے کو فائدہ ہوتا ہے۔ ورنہ اگر ہماری دعائے مغفرت سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہو تو ایسے بے کار اور عبث کام کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما کے ہمیں اس کی کیوں رغبت دلاتا ہے۔ نتیجہ چالیسواں' دسواں' بیسواں'

Marfat.com

عرس، کونڈے اور شب برائت وغیرہ میں بھی ہم یہی کرتے ہیں کہ اپنے مردوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ یہ شرک و حرام نہیں بلکہ مستحسن اور اچھا فعل ہے۔ اور ہمارے مردوں کی عفو و مغفرت اور بلندی درجات کا سبب بنتا ہے۔ ہماری دعاؤں سے مردوں کو کتنا فائدہ پہنچتا ہے اور ان کو اس کی کتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے لگتا ہے۔ کہ حضور سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مردہ کی حالت قبر میں ایک ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی سی ہوتی ہے جو انتظار کرتا ہے کہ اس کے ماں باپ بہن بھائی اور دوستوں کی طرف سے اس کو کوئی دعا پہنچے۔ اور جب اس کو کوئی دعا پہنچتی ہے تو وہ اس کو دنیا اور اس کی ہر چیز سے زیادہ محبوب اور پیاری ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی دعا سے اہل قبور کو پہاڑوں کے برابر اجر و ثواب اور رحمت عطاء فرماتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کے لیے یہی ہے کہ ان کے لیے بخشش کی دعا کی جائے (مشکواۃ ص ۲۰۶)

ایک اور حدیث مبارک میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک شخص کو جنت میں جب اعلیٰ مرتبہ عطاء فرمائے گا تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب یہ میرا درجہ اتنا بلند کیسے ہوگیا۔ حالانکہ اتنی تو میں نے نیکیاں دنیا میں نہیں کی تھیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیرا بیٹا تیرے لیے دعائے بخشش کرتا تھا اس کی وجہ سے تیرا اتنا درجہ بلند ہوگیا ہے (مشکواۃ ص ۲۵۶) اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے درود و استغفار کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اگر وہ گنہگار ہوں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اگر وہ ولی و بزرگ ہوں تو ان کے درجے بلند ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے ملا علی قاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ زندوں کے عمل سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے (مرقاۃ شرح مشکواۃ) حنفیوں کی بڑی معتبر عقائد کی کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے کہ زندوں کا مردوں کے لیے دعا کرنا صدقہ و خیرات کرنا

Marfat.com

مردوں کے لیے نفع کے باعث ہوتا ہے۔ لہٰذا فاتحہ وغیرہ کے موقعہ پر دعائے بخشش کے ساتھ ساتھ جو کھانے کا ثواب ان کو پہنچایا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ثواب بھی ان کو پہنچتا ہے اور ان کو نفع اور قبر و حشر کی مشکلات سے نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔

آیت نمبر (۳۴)

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ○

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور کردے اور تمہیں پوری طرح مکمل پاک صاف کردے (سورہ احزاب پارہ ۲۱ر آیت ۳۳)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی عظمت اور ان کے مقام کو بیان فرما رہا ہے کہ ہم ان سے ہر ناپاکی کو دور کرکے ان کو مکمل صاف ستھرا کرنا چاہتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس آیت میں جو اہل بیت کا لفظ آیا ہے اس سے کیا مراد ہے.....؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل بیت کا لفظی ترجمہ اردو میں "اہل خانہ" یعنی گھر والوں کا ہوتا ہے۔ اور وہ ظاہر ہے بیوی ہوتی ہے۔ لہٰذا یہاں بھی اہل بیت سے اصل مراد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں۔ اور یہ آیت کے سیاق و سباق کو دیکھیں تو اس معنی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت سے قبل اور بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا ذکر چل رہا ہے۔ لہٰذا اس ذکر کے درمیان میں یہ آیت ہے۔ جس میں اہل بیت کا لفظ آیا ہے تو ظاہر ہے یقیناً اس سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیویاں ہی مراد ہونگی۔ اس کے علاوہ قرآن میں دوسرے مقام پر بھی اہل بیت کا لفظ بیوی کے لیے بولا گیا ہے۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کے لیے آتا ہے۔ کہ فرشتوں نے ان سے کہا ..... **رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ** ..... خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے قرآن میں اسی لفظ سے فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ..... **وَاِذْغَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّءُ الْمُؤْمِنِيْنَ** ..... (سورہ آل عمران ر ۱۲۱) بہرحال ثابت ہوا کہ اہل بیت سے دراصل مراد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات ہیں اور ان کی عظمت اور شان کو اس آیت میں بیان کیا جارہا ہے۔ لیکن فضیلت اور عظمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ، پیارے نواسے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور اپنے پیارے داماد حضرت علی کو بھی شامل فرمالیا۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو اپنی کملی میں داخل کرکے فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے بھی ناپاکی کو دور کردے۔ اور ان کو خوب پاک کردے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھ کو بھی شامل فرمالیجئے۔ تو آپ نے فرمایا ..... **اَنْتِ عَلٰى خَيْرٍ وَاَنْتِ عَلٰى مَكَانِكِ** ..... تم تو اس سے بہتر حالت میں ہو اور اپنے مرتبہ پر ہو (ترمذی) یعنی یہ آیت تمہارے لیے ہی تو نازل ہوئی ہے۔ تم تو پہلے سے ہی اس میں داخل ہو اب میں ان چاروں کے لیے دعا کرکے ان کو بھی اس میں شامل کررہا ہوں۔ لہٰذا اب اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے گھر والے یعنی تمام ازواج مطہرات حضرت علی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کی فضیلت ثابت ہوجائے گی کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سب گھر والے ہر قسم کی اعتقادی عملی اخلاقی ظاہری باطنی روحانی جسمانی ہر قسم کی ناپاکی اور گندگی سے بالکل پاک ہیں۔ ان کے پاس سے بھی کسی گناہ برائی اور کسی بری بات کا کبھی گزر نہیں ہوا۔ بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں (معاذاللہ) بعض لوگ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توہین اور گستاخی

Marfat.com

کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے اقتدار کی ہوس میں کربلا کا رخ کیا (معاذاللہ) وہ حق پر نہیں تھے (معاذاللہ) الغرض جو بھی اہل بیت میں سے کسی کی بھی برائی کرتا ہے وہ درحقیقت اس آیت کا انکار کرتا ہے۔ کیونکہ خدا یہ فرمائے کہ ان میں کوئی برائی نہیں، یہ ہر گناہ سے ہر برائی سے اور رذیل عادت واخلاق سے بالکل پاک تھے۔ اور چودھویں صدی میں کوئی ان میں برائی نکالے تو وہ سچا نہیں بلکہ ساری کائنات کا رب سچا ہے۔ اس کا قرآن سچا ہے۔ اہل بیت اطہار میں عیب نکالنے والے ان کی توہین کرنے والے جھوٹے ہیں اور قرآن کے منکر ہیں۔ جہنمی ہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس کسی نے بھی میرے اہل بیت سے بغض اور عداوت رکھی اللہ تعالیٰ نے اس کو جہنم میں داخل کیا (مستدرک ۳/۱۵۰۔ زرقانی ۷/۲۰)

ایک اور مشہور حدیث ہے سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی سی ہے۔ جو اس میں سوار ہوگیا وہ نجات پاگیا اور جو پیچھے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔ اہل بیت کرام کے دامن سے وابستہ رہنے کا خود سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ فرمایا اے لوگو بیشک میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے کہ اگر تم اس کو مضبوطی سے پکڑے رہوگے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک وہ کتاب اللہ اور میری عترت یعنی اہل بیت ہے (ترمذی باب المناقب) بہرحال ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اطہار کی محبت ان کا ادب واحترام دین ودنیا میں کامیابی وکامرانی کا ذریعہ ہے۔ اور ان کی عداوت دین ودنیا میں رسوائی کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بے ادبی اور گستاخی اور عناد سے ہمیں بچائے۔

آیت نمبر (۳۵)

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ○

Marfat.com

اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور میرے والدین کو اور مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو (سورہ ابراہیم ۱۴/۴۱)

فائدہ :--- اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا نقل کی ہے۔ ہمیں بھی اس طرح دعا مانگنے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس دعا میں اپنے مرحوم والدین کے لیے اور مسلمانوں کے لیے دعا فرمائی۔ مسلمانوں میں زندہ اور فوت شدہ تمام مسلمان آگئے۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ..... **اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ** ..... کہ دعا عبادت ہے (ابوداؤد) تو معلوم ہوا کہ اس عبادت کا مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے ورنہ اگر اس عبادت کا فائدہ نہ پہنچتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیوں دعا کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اس فعل کو نقل فرماکے ہمیں اس کی کیوں ترغیب دیتا.....؟ جب کہ احادیث سے بھی ثابت ہے کہ دعا جیسی عبادت کا مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ جس میت پر چالیس ایسے آدمی نماز پڑھیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت اور سفارش میت کے حق میں ضرور قبول فرمالیتا ہے (مسلم جلد اول ص ۳۰۹) یعنی ان کی دعائے مغفرت سے میت کی بخشش فرمادیتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہماری اس دعا اور نماز جنازہ جیسی عبادت کا ہمارے مردوں کو فائدہ ہوتا ہے۔ اور صرف یہ عبادت یعنی دعا اور نماز ہی کا مردہ کو فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری دیگر عبادات کا بھی ان کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور اسکا بھی ان کو فائدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی۔ لیکن وہ بغیر حج کیے مرگئی۔ تو کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں.....؟ آپ نے فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے حج کرلے (بخاری) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نذر ماننے کے باعث یہ حج اس پر

Marfat.com

واجب ہوگیا تھا۔ اس کی طرف سے اس کے زندہ وارث نے اداء کیا تو اس کی مرحوم والدہ کی طرف سے وہ اداء ہوگیا۔ اور اس کو اس کے حج کا ثواب مل گیا۔ معلوم ہوا کہ زندوں کی اپنی عبادت کا ثواب اپنے مردوں کو بھیجا جائے تو اس کا ثواب ان کو پہنچتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی قبرستان کے پاس سے گزرے اور گیارہ مرتبہ "قل ہو اللہ" پڑھ کر اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دے تو اللہ تعالیٰ مردوں کی تعداد کے برابر پڑھنے والے کو بھی اجر وثواب عطاء فرماتا ہے (دارقطنی/ درمختار باب الدفن/ شرح الصدور للسیوطی ص ۱۳۰) یہ حدیث علامہ سیوطی نے لکھی ہے جن کے متعلق مولانا انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں کہ علامہ سیوطی کو بائیس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ کر تصحیح کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث لکھیں (فیض الباری شرح بخاری جلد اول ص ۲۰۴) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کرنے کے بعد ان کی قبر پر کئی مرتبہ سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھا اور فرمایا کہ اس نیک بندہ پر قبر تنگ ہوگئی تھی لیکن میرے یہ پڑھنے سے اس کی قبر کشادہ ہوگئی (مشکواۃ ص ۲۶)

نتیجہ چالیسواں عرس گیارہویں الغرض مردوں کو جو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اور فاتحہ دی جاتی ہے۔ تو اس میں بھی یہی ہوتا ہے کہ قرآن پڑھ کر اور کلمہ شریف وغیرہ پڑھ کر اس کا ثواب ان کو پہنچایا جاتا ہے۔ ان مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوگیا کہ ہمارا یہ فعل قرآن وسنت کے مطابق ہے اور اس سے مردوں کو نفع ہوتا ہے۔ اور ان کی قبر کی مشکلیں آسان ہوتی ہیں۔ اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہوں تو ان کے درجات بلند ہوجاتے ہیں۔۔۔۔۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ فاتحہ اور ایصال ثواب کے موقعہ پر کھانا پھل فروٹ وغیرہ بھی رکھے جاتے ہیں۔ آیا اس کا

Marfat.com

ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے یا نہیں........؟ آیئے ذرا حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اگر میں اس کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو کیا اس کا ثواب اس کو ملے گا........؟ آپ نے فرمایا ہاں' یعنی اس صدقہ کا ثواب تیری مرحومہ ماں کو مل جائے گا (بخاری جلد اول ص ۱۸۶/ مسلم جلد اول ص ۳۲۴/ موطا امام مالک/ ابوداؤد) اسی طرح حضرت سعد بن عبادہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے ان کے لیے کون سا صدقہ افضل ہے............؟ آپ نے فرمایا "پانی" کا۔ حضرت سعد نے کنواں کھدوادیا اور کہا .... هٰذَا لِاُمِّ سَعْدٍ......... کہ یہ کنواں اور اس کا پانی سعد کی ماں کے لیے ہے (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ ۲۳۶/۱) ان احادیث سے ثابت ہوا جب پانی اور ہر قسم کے کھانے پھل فروٹ رقم وغیرہ الغرض تمام صدقات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔ اور اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس کھانے پر اگر مردہ کا نام لے دیا جائے تو وہ فاتحہ کا کھانا حرام نہیں ہو جاتا۔ جیسے حضرت سعد نے اس کنویں پر اپنی ماں کا ذکر کر کے کہا کہ یہ میری ماں کے لیے ہے اور وہ پانی حرام نہیں ہوا بلکہ سارے مدینہ کے لوگوں نے اس سے پانی پیا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اس کھانے پر جب اللہ تعالیٰ کے پیارے نبیوں ولیوں کا نام لے دیا جاتا ہے اور ان کا ذکر کر دیا جاتا ہے تو وہ کھانا اور برکت والا اور رحمتوں والا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے.......... عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ.......... کہ صالحین کے ذکر کے وقت رحمتوں کا نزول ہوتا ہے (صفۃ الصفوۃ ابن جوزی) لہٰذا جس ولی کی فاتحہ ہے اس کا جب نام لیا جائے گا کہ مثلاً یہ کہا جائے گا کہ اس کا ثواب حضرت غوث پاک کو پہنچے' خواجہ نقشبند کو پہنچے' خواجہ معین الدین چشتی کو پہنچے' امام حسین کو پہنچے وغیرہ وغیرہ تو ان کے ناموں کی برکت سے رحمتوں کا نزول ہوگا اور وہ

Marfat.com

کھانا بھی رحمتوں والا اور برکتوں والا ہو جائے گا۔ بہرحال ثابت ہوا کہ بارہویں، گیارہویں، کونڈے، شب برائت کے حلوے، تیجہ، چالیسواں، دسواں، بیسواں، چہلم، برسی و عرس وغیرہ یہ جائز ہیں اور مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں جو قرآن پاک، کلمہ، درود وغیرہ جو ان میں پڑھا جاتا ہے اور کھانا وغیرہ کھلا کر مردے کو اس کا ثواب پہنچایا جاتا ہے وہ برحق ہے اور اس پڑھنے کا اور کھانے کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے اور اس کی مغفرت اور بلندی درجات اور فرحت و مسرت کا موجب بنتا ہے--

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم اپنے مردوں کے لیے جو دعائیں کرتے ہیں ان کی طرف سے جو صدقات وخیرات اور حج وغیرہ کرتے ہیں کیا وہ ان کو پہنچتی ہیں.....؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک یہ چیزیں مردوں کو پہنچتی ہیں اور وہ ان سے خوش ہوتے ہیں جیسے تم ایک دوسرے کے ہدیہ اور تحفوں سے خوش ہوتے ہو (مسند احمد)

جناب محمد قاسم نانوتوی (بانی مدرسہ دیوبند) نے تحذیر الناس میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مرید پریشان بیٹھا تھا اور غم واندوہ سے اس کا رنگ متغیر ہو رہا تھا۔ حضرت جنید نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں نے کشف سے دیکھا ہے کہ میری ماں دوزخ میں ہے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں میں نے سوچا کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ جس نے ایک لاکھ پانچ ہزار بار کلمہ پڑھا تو اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ میں نے اتنی مرتبہ کلمہ پڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں نے اس کا ثواب اس کی والدہ کو اسی وقت پہنچا دیا۔ تھوڑی دیر میں کیا دیکھتا ہوں کہ اس میرے مرید کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اب میں اس کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسے جو مغفرت کی بشارت دی گئی

Marfat.com

ہے وہ بھی بالکل درست اور برحق ہے (تحذیر الناس) اس سے معلوم ہوا کہ مردے کو ایک لاکھ پانچ ہزار کلمہ کا ثواب بخشدیا جائے تو اس کی بخشش ہوجاتی ہے۔ اس لیے تیجہ کے موقع پر مسلمانوں میں چنوں پر کلمہ پڑھنا رائج ہے تاکہ اس سے مردے کی بخشش کا سامان ہوجائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ غوث پاک کی نیاز و امام حسین کی سبیل وغیرہ وغیرہ کیونکہ ان فاتحہ کے کھانوں پر غیراللہ کا نام آگیا اس لیے یہ کھانا حرام ہوگیا۔ کیونکہ قرآن میں ہے ..... **مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ**..... اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن میں جو آیت مبارکہ آئی ہے "وما اھل بہ لغیر اللہ" اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیراللہ کا نام لیا جائے اور اللہ اکبر کے بجائے غیراللہ کے نام پر اس کو ذبح کیا جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ محض کسی چیز پر غیراللہ کے نام آنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف وہ جانور حرام ہوتا ہے جس کو ذبح کرتے وقت اس پر غیراللہ کا نام لیا جائے۔ اس آیت کے یہ معنی کرنا کہ جس چیز پر غیراللہ کا نام آگیا وہ حرام ہوگئی۔ یہ معنی عقل و نقل کے بالکل خلاف ہیں۔ اس لیے کہ ابھی حدیث گزری کہ حضرت سعد نے کنویں پر اپنی ماں کا نام لیا لیکن وہ حرام نہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب روزوں سے زیادہ محبوب روزہ اللہ کو صیام داؤد یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ یہاں روزہ پر حضرت داؤد علیہ السلام کا نام آیا لیکن روزہ حرام نہیں ہوا۔ قرآن کی سورتوں کے اکثر نام غیراللہ پر ہیں۔ مثلاً بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ، انعام وغیرہ لیکن غیراللہ کے نام آنے سے سورتیں معاذاللہ حرام نہیں ہوجاتیں۔ مساجد پر غیراللہ کا نام آتا ہے کہ مسجد نبوی، مسجد قبا، مسجد ابوبکر وغیرہ لیکن یہ مسجدیں حرام نہیں ہوتیں۔ عام طور پر چیزوں پر غیراللہ کا نام آتا ہے کہ یہ زید کا مکان ہے، خالد کی دکان، بکر کا کھانا، انور کا بکرا، اختر کی روٹی، شیخ القرآن کی بیوی، مفکر اسلام کی زوجہ محترمہ لیکن ان میں سے کوئی سے

Marfat.com

بھی چیز حرام نہیں ہوتی۔ معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ جس پر غیراللہ کا نام آجائے وہ حرام ہوجاتی ہے۔ اور نہ ہی یہ آیت کا مفہوم ہے۔ لہٰذا فاتحہ کے وقت جس کے لیے فاتحہ دی جارہی ہے اس کا نام آجائے تو اس سے کھانا حرام نہیں ہوجاتا۔

آیت نمبر(۳۶)

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِيٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ○

اور تمہارے رب نے فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ بیشک وہ جو میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل وخوار ہوکر جہنم میں داخل ہوں گے

(سورہ مومن پارہ ۲۴ر آیت ۶۰)

فائدہ:۔۔۔اس آیت مبارکہ میں مسلمانوں کو اپنے رب سے دعا مانگنے کا حکم دیا جارہا ہے کہ اس سے دعا مانگو وہ ضرور قبول فرمائے گا۔ لیکن اس آیت میں کوئی قید نہیں لگائی کہ فلاں وقت مانگو۔ اس سے ثابت ہوا کہ جس وقت بھی بندہ اپنے رب سے دعا مانگے گا' خواہ آذان کے بعد مانگے خواہ نماز کے بعد عام **پنجگانہ** نمازوں کے بعد مانگے یا نماز جنازہ کے بعد مانگے۔ الغرض جب بھی وہ دعا مانگے گا قرآن کی اس آیت پر عمل کرکے خدا کا قرب حاصل کررہا ہوگا۔ بعض لوگ **پنجگانہ** نمازوں کے بعد اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کو برا کہتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں۔ حالانکہ نمازوں کے بعد دعا کرنے والا کوئی غلط کام نہیں کررہا بلکہ قرآن کی اس آیت پر عمل کرکے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کا مستحق بن رہا ہے۔ جب کہ احادیث میں واضح طور پر اس کا ثبوت موجود ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا ایک تو آخر رات کے درمیانی حصہ میں جو دعا کی جائے وہ زیادہ قبول ہوتی ہے اور دوسری فرض

Marfat.com

نمازوں کے بعد جو دعا کی جائے وہ زیادہ قبول ہوتی ہے (سنن ابوداؤد/ سنن نسائی/ مسند احمد/ بیہقی/ مشکواۃ باب الذکر بعد الصلواۃ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد دعا کرنا مسنون ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ اس وقت دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ جب کہ **حصن** حصین میں اس حدیث کو ترمذی اور حاکم کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس میں ..... **بَسَطَ الْيَدَيْنِ**..... کے الفاظ کا اضافہ بھی ہے جبکہ ..... **وَرَفَعَهُمَا** ..... کے الفاظ صحاح ستہ کے حوالہ سے مذکور ہیں۔ جس کے معنی ہیں ہاتھ پھیلانا اور بلند کرنا۔ اس سے ثابت ہوا کہ فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ بہرحال نماز پنجگانہ کے بعد دعا کرنا بدعت نہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

☆ اسی طرح اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ نماز جنازہ کے بعد بھی دعا کرنا درست ہے۔ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دعا کے لیے کوئی قید نہیں لگائی۔ لہٰذا جو نماز جنازہ کے بعد دعا کرے گا وہ بھی قرآن پر عمل کر رہا ہے۔ بلکہ مندرجہ بالا حدیث میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ جب کہ نماز جنازہ بھی فرض ہے لہٰذا اس حدیث کی رو سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنی چاہیے کہ اس وقت بھی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ جب کہ ایک اور حدیث مبارک میں سرکار کا ارشاد گرامی ہے کہ جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اس کے لیے خالص دعا مانگو (مشکواۃ باب صلواۃ الجنازہ) اس حدیث میں واضح طور سے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اسی مشکواۃ شریف میں ایک اور حدیث مبارک ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پر سورہ فاتحہ پڑھی۔ اس کی تشریح اور تفسیر بیان کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی

Marfat.com

جیسا کہ آجکل رواج ہے (اشعۃ اللمعات) اس سے معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھ کر دعا کرنا اس زمانہ میں بھی رائج تھا اور شیخ محقق نے اس کو منع نہیں فرمایا- کیونکہ ان کی نظر میں یہ حدیث سے ثابت تھا- بیہقی شریف میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھنے کے بعد اس کے لیے دعا کی- فتح القدیر میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لیے دعا فرمائی اور لوگوں سے فرمایا تم بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کرو- اس حدیث میں "واو" آیا جو مغائرت کو چاہتا ہے- معلوم ہوا جس دعا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا یہ نماز جنازہ کی دعا کے علاوہ اس کے بعد والی دعا تھی- بہرحال ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا قرآن اور احادیث سے ثابت ہے اور یہ بدعت نہیں بلکہ مسنون ہے-

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہر دعا عبادت ہے .... **اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ** .... جو لوگ دعا کرنے کو برا سمجھتے ہیں اور بطور تکبر اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور منع کرتے ہیں ان کا انجام اسی آیت میں بیان کر دیا گیا- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو لوگ میری عبادت یعنی دعا سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل و رسواء ہو کر جہنم میں داخل کیے جائیں گے- لہٰذا اس وعید سے ڈرنا چاہیے- دعا خواہ فرض نمازوں کے بعد مانگی جائے یا نمازہ جنازہ اور نماز جمعہ یا نماز عیدین کے بعد' ہر حال میں کسی دعا سے روکنا نہیں چاہیے- اور نہ اس کو برا کہنا چاہیے- کہیں ایسا نہ ہو کہ اس وعید میں آکر دنیا و آخرت میں تباہ و برباد ہو جائیں-

آیت نمبر (۳۷)

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۚ

بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں- (...)

فائدہ:--- صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی ایک ولیہ

Marfat.com

حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دوڑی تھیں۔ ان کے قدم ان پہاڑیوں کو لگ گئے تو یہ پہاڑیاں متبرک ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کو اپنی نشانی فرمادیا اور دوسری آیت میں اپنی نشانیوں کی تعظیم کی اہمیت اور افادیت بیان کرتے ہوئے فرمایا ..... **وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ** ..... کہ ہماری نشانیوں کی تعظیم کرنا دلوں کے تقوے کی علامت ہے۔ ان آیات نے ہمیں سبق دیا کہ جب کسی جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے قدم لگ جائیں تو وہ جگہ شعائراللہ میں سے بن کر لائق تعظیم ہو جاتی ہے تو پھر جن قبروں میں اللہ کے ولی خود آرام فرما ہوں ان کا پورا جسم انور قیامت تک کے لیے موجود ہو وہ قبریں اور مزارات کیوں نہ شعائراللہ ہوں گے.....؟ اور ان کی تعظیم کیوں نہ ضروری ہوگی۔ اس لیے تفسیر روح البیان میں ..... **وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ** ..... کے تحت لکھا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی قبریں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور شعائراللہ میں سے ہیں۔ لہٰذا ان کی تعظیم اور احترام ضروری ہے۔

اب تعظیم مختلف طریقوں سے کی جاتی ہے۔ اس مزار پر چادر ڈالنا یہ بھی اس کی تعظیم ہے۔ اس پر پھول ڈالنا' وہاں آنے جانے والوں کی آسانی کے لیے بجلی کا اہتمام کرنا' وہاں زائرین کی سہولت کے لیے اس مزار پر کوئی عمارت گنبد وغیرہ بنا دینا۔ یہ سب تعظیم میں شامل ہیں اور چونکہ شعائراللہ کی تعظیم کا حکم قرآن دیتا ہے۔ لہٰذا ان شعائراللہ یعنی قبروں کی تعظیم کی خاطر ان پر گنبد وغیرہ بنانا' ان مزارات پر پھول اور چادریں وغیرہ ڈال کر ان کی عظمت اور احترام کو آشکارا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہوگا اور قرآن کے ارشاد کے مطابق دلوں کے تقوے کی علامت ہوگا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مزارات پر گنبد وغیرہ یا کوئی عمارت بنانا یا مزار کو پکا بنانا جائز نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک پکا بنا ہوا ہے اور اس پر سبز گنبد اور پوری عمارت شروع سے آج تک موجود ہے۔ اس

Marfat.com

کے علاوہ مختلف ملکوں میں ہزاروں بلکہ لاکھوں صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور صالحین کے مزارات پر گنبد وغیرہ بنے ہوئے ہیں اور چادریں پڑی ہوئی ہیں۔ اگر یہ حرام اور ناجائز ہوتے تو ان کو کبھی کا ختم کردیا گیا ہوتا۔ لیکن ہر دور میں ان کا اسی طرح موجود رہنا دلیل ہے کہ یہ جائز ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کی زوجہ محترمہ نے ایک سال تک ان کے مزار پر قبہ بنائے رکھا۔ اس وقت موجود تمام صحابہ اور تابعین نے دیکھا لیکن کسی نے منع نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ مزار پر قبہ اور گنبد وغیرہ بنانا حرام نہیں (**بخاری کتاب الجنائز؛ مشکواۃ باب البکاء علی المیت**) اسی لیے احناف کے بڑے بڑے ائمہ مثلاً علامہ ملا علی قاری رحمت اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب **طحطاوی** رحمت اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ وغیرہ نے مزارات اولیاء پر ان کی عظمت کے اظہار کے لیے قبے اور گنبد وغیرہ بنانے کو جائز لکھا ہے (روح البیان / مرقاۃ / **اشعۃ اللمعات / طحطاوی ص ۳۳۵**)

☆ جن احادیث میں قبر کو پکا کرنے اور اس پر عمارت اور گنبد وغیرہ بنانے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد یا تو عام مسلمانوں کی قبریں ہیں کہ ان کے لیے اتنے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ شعائراللہ میں سے نہیں لہٰذا ان کی تعظیم ان گنبد وغیرہ بنا کے ان کی تعظیم واحترام ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔ یا قبر کے بالکل اوپر دیوار وغیرہ بنانے کی ممانعت مراد ہوگی نہ کہ قبر کے اردگرد عمارت کی ممانعت ہوگی۔ کیونکہ اگر اس سے قبر کے اردگرد عمارت اور گنبد بنانے کی ممانعت مراد ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی ممانعت کرتے ہوئے قبے اور گنبد بناتے۔ جب کہ روایات میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زینب بنت **جحش** کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن کی قبر پر قبہ بنایا۔ حضرت علی کے پوتے حضرت

Marfat.com

محمد بن حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر قبہ بنایا (منتقا شرح موطا / بدائع الصنائع جلد اول ص ۳۲۰/ عینی شرح بخاری) لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی قبروں کے ارد گرد قبہ بنانا جائز ہے اور صحابہ کی سنت ہے۔

☆ اسی طرح غلاف اور چادر ڈالنا کیونکہ اس سے اس ولی کے مزار کی تعظیم کا اظہار مقصود ہے۔ لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر آج تک خانہ کعبہ کو غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ اس کی تعظیم کی خاطر۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر سبز غلاف ہمیشہ سے چڑھایا جاتا رہا ہے۔ اور آج تک چڑھا ہوا ہے۔ مصر وغیرہ میں بہت سے صحابہ اور اولیاء کے مزارات پر غلاف اور چادریں چڑھی ہوئی ہیں۔ لیکن آج تک کسی نے منع نہیں کیا۔ اسی لیے فقہ حنفی کی معتبر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اولیاء کی تعظیم کی نیت سے ایسا کرنا جائز ہے (شامی جلد ۵/ کتاب الکراہت باب اللباس)

☆ البتہ جن احادیث میں مٹی اور پتھروں کو کپڑے پہنانے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد عام گھروں میں بغیر کسی ضرورت کے پردے لٹکانا مراد ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دیوار پر پردے ڈالے تھے تو اس کے متعلق سرکار نے فرمایا تھا کہ رب نے ہمیں حکم نہیں دیا کہ ہم مٹی اور پتھروں کو کپڑے پہنائیں۔ اس کا قبروں کے غلاف اور چادروں سے کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح جن احادیث میں قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد بے فائدہ اور بلا ضرورت چراغ جلانا ہے۔ کہ یہ مال کا ضائع کرنا اور اسراف ہے۔ اس لیے ناجائز ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کے لیے ہو یعنی اولیاء کی عظمت کو آشکارا کرنے کے لیے تو پھر چراغ اور بلب وغیرہ جلانا جائز ہے۔

آیت نمبر (۳۸)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

Marfat.com

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو صاحب امر ہوں ان کی بھی اطاعت کرو۔

فائدہ:۔۔۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے محبوب کی اطاعت کے علاوہ "اُولِی الْاَمْرِ" یعنی صاحب امر لوگوں کی اطاعت اور ان کی تقلید کا حکم دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ صاحب امر سے کون لوگ مراد ہیں.....؟ تو اس کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت ابن عباس حضرت جابر بن عبداللہ حضرت عطاء بن ابی رباح جیسے صحابہ اور تابعین فرماتے ہیں اس سے "اہل علم اور اہل فقہ" مراد ہیں۔ جب کہ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ اس سے مسلمان حکام اور امراء مراد ہیں۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں دونوں تفسیروں میں کوئی تعارض نہیں۔ لہٰذا دونوں معنی یہاں مراد ہیں اور آیت میں حکم دیا جارہا ہے کہ مسلمان حکمرانوں کی بھی اطاعت کرو اور علماء اور اہل فقہ کی بھی اطاعت اور تقلید کرو (مستدرک، حاکم ج ۱ ر ص ۱۲۳ ة دارمی ص ۴۰/ احکام القرآن ۲ ر ص ۲۱۰/ تفسیر روح المعانی ۵ ر ص ۶۵/ تفسیر ابن کثیر ۲ ر ص ۴۹۷)

لہٰذا حنفی حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی اطاعت اور تقلید کرتے ہیں جب کہ شوافع حضرت امام شافعی کی حنبلی حضرت امام احمد بن حنبل کی مالکی حضرت امام مالک رحمت اللہ تعالیٰ علیہم کی فقہی مسائل میں جو اطاعت اور تقلید کرتے ہیں وہ شرک و بدعت نہیں۔ بلکہ اس آیت پر عمل کررہے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور دوسری آیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے اہل علم اہل فقہ کی طرف رجوع کرنے اور ان سے مسئلے پوچھنے اور ان کے پیچھے چلنے اور ان کا اتباع اور تقلید کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے..... **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** ..... تو تم اہل علم سے پوچھ لو اگر خود نہیں جانتے (سورہ نحل پارہ ۱۴) اور جب پوچھو تو ایک مقام پر فرمایا کہ پھر ان کا اتباع کرو..... **واتبع سبیل من اناب الی**

Marfat.com

..... جو لوگ میری طرف رجوع کرتے ہیں ان کے راستے کی اتباع کرو (سورہ لقمان پارہ ۲۱) ظاہر ہے کہ یہ چاروں ائمہ زبردست اہل علم اور اہل عرفان میں سے تھے۔ نہ صرف یہ کہ ظاہری عالم تھے بلکہ عارف کامل اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والے عابد و زاہد بھی تھے۔ لہٰذا ان آیات کی رو سے ان سے مسائل میں رجوع کرنا اور پھر انکا اتباع کرنا یہ قرآن کے ارشاد کے مطابق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صحابہ کرام کی سنت کو مضبوط پکڑنے اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیا (ترمذی ۲ر ص ۹۲/ ابن ماجہ ص ۵/ ابوداؤد ۲ر ۲۷۹) اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا اتباع اور تقلید حرام اور ناجائز ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی تقلید کرنے کا کیوں حکم دیتے۔ عقل بھی کہتی ہے کہ دنیا میں کوئی کام بغیر تقلید اور اتباع کے نہیں ہوتا۔ آدمی علم سیکھتا ہے کسی استاذ کا اتباع کرکے۔ کوئی ہنر سیکھتا ہے کسی ہنرمند کا اتباع اور پیروی کرکے۔ نماز پڑھتے ہیں کسی امام کی اتباع میں اور قیام رکوع و سجود میں اس کی تقلید کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت میں رعایا اپنے حکمرانوں کے افعال کی تقلید کرتی ہے۔ سارا نظام ہی تقلید سے چل رہا ہے۔ اگر یہ حرام اور ناجائز ہو تو پھر تو ان میں سے کوئی کام جائز نہیں رہے گا سب حرام ہو جائیں گے۔ بعض قرآنی آیات ایسی ہیں جن میں تقلید اور اتباع کی ممانعت اور برائی بیان کی گئی مثلاً فرمایا ..... **وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا** ..... اور ان کی اطاعت نہ کرو جن کا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا (سورہ کہف آیت ۲۸) ..... **وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ** ..... اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور راستوں پر نہ چلو کہ تم کو اس کی راہ سے جدا کر دے گی (سورہ انعام ص ۱۵۳) اس قسم کی تمام آیات میں خلاف شرع تقلید اور خلاف اسلام راستے مراد ہیں کہ ایسے راستوں پر چلنا اور ایسے لوگوں کی اطاعت اور تقلید حرام ہے۔ جب کہ اہل علم فقہاء اور محدثین و مجتہدین کی تقلید کا جائز ہونا بلکہ

Marfat.com

ان کے اتباع کا حکم اوپر ذکر کی گئی بہت سی آیات سے ثابت ہو چکا ہے۔

بہر حال خلاصہ یہ ہے کہ اصول عقائد مثلاً توحید و رسالت آخرت وغیرہ پر ایمان، اسی طرح صریح احکام مثلاً نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ جن کا ثبوت قرآن و حدیث سے صراحتاً ثابت ہے اس میں تو ہم کسی کے مقلد نہیں۔ البتہ وہ مسائل جو صریح نہیں ہیں بلکہ قرآن و حدیث سے استنباط اور اجتہاد کر کے نکالے جاتے ہیں۔ اس میں ہم پر کسی نہ کسی امام کی تقلید کرنا واجب ہے۔ چاروں امام امام ابو حنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل امام مالک یہ سب برحق ہیں۔ یعنی اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے جس کی بھی ان اجتہادی مسائل میں اتباع اور تقلید کرلی تو وہ بری ہو گیا۔ اور قرآن کے حکم پر عمل پیرا ہونے والا کہلائے گا۔ اور خدا کے یہاں اس کی کوئی پکڑ نہیں ہو گی۔

آیت نمبر (۳۹)

وَاِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ (الاعراف ۸ - ۲۰۴)

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں قرآن کی تلاوت کے وقت خاموش رہنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس جیسے جلیل القدر مفسر صحابہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نمازوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ امام کے پیچھے جب فرض نمازیں پڑھو تو اس کے پیچھے کچھ نہ پڑھو بلکہ خاموش کھڑے رہو (تفسیر ابن جریر ۹/ ۱۰۳/ تفسیر ابن کثیر ۲/ ۲۸) بلکہ حضرت ابن مسعود اور مقداد بن اسود تو ان لوگوں کو ڈانٹا کرتے تھے جو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھتے تھے (تفسیر مظہری ۳/ ۵۰۷/ تفسیر ابن کثیر ۶/ ۱۰۳) حضرت امام احمد

Marfat.com

بن حنبل تو فرماتے ہیں کہ اس پر اجماع ہوچکا ہے کہ یہ آیت نمازوں کے متعلق ہے اور علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ جب امام زور سے قرائت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدی پر قرائت کرنا اور کچھ پڑھنا واجب نہیں (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲ر ۱۶۸) بہرحال اس آیت سے ثابت ہوگیا کہ فرض نمازیں جب جماعت سے پڑھی جائیں تو اس وقت امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا کسی بھی صورت کی تلاوت نہیں کرنی چاہیے بلکہ خاموش کھڑا رہنا چاہیے۔

احادیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرائت مقتدی کی بھی قرائت شمار ہوگی اس کو علیحدہ قرائت کرنے کی ضرورت نہیں۔ (ابن ماجہ ص ۶۱) بلکہ ایک دفعہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کے فارغ ہوئے تو آپ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگوں نے میرے پیچھے قرائت کرکے مجھ پر قرآن خلط ملط کردیا (طحاوی ص ۱۰۶) دوسری روایات میں آتا ہے کہ اس کے بعد سے صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نمازیں میں قرائت کرنے سے رک گئے۔ پھر انہوں نے قرائت نہیں کی (موطا امام مالک ص ۲۹/ نسائی ص ۱۰۶/ ابوداؤد جلد ایک ص ۱۲۱/ ترمذی ص ۴۲/ ابن ماجہ ص ۶۱) حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت سے امام کے پیچھے پڑھنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی بھی نماز میں (یعنی خواہ جہری ہو یا سری) کوئی قرائت نہیں کی جاسکتی (مسلم جلد اول ص ۲۱۵/ نسائی جلد اول ص ۱۱۱/ طحطاوی ص ۱۰۸/ مصنف عبدالرزاق ۲ر ص ۱۳۸) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں انگارے بھرے جائیں (موطا امام محمد ص ۹۸/ مصنف ابن ابی شیبہ ار ۳۷۶) حضرت عبداللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ کسی نماز میں بھی (خواہ وہ جہری ہو یا سری) امام کے پیچھے قرائت نہیں کرنی

Marfat.com

چاہیے (طحاوی ص ۱۰۷) اسی لیے امام اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علقمہ بن انس امام کے پیچھے سری اور جہری کسی نماز میں بھی قرائت نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا ہمارا مسلک یہی ہے کہ کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا کوئی صورت نہیں پڑھنی چاہیے (**کتاب الاثار لامام محمد ص ۱۶۴**)

☆ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے بھی سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں۔ لیکن ان کا یہ کہنا غلط ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی یہ اس شخص کے لیے ہے جو اکیلے نماز پڑھ رہا ہو۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے اس کی تفصیل بیان فرمائی (موطا امام مالک ص ۲۹/ طحاوی ص ۱۲۹/ موطا امام محمد ص ۴۲) یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے نہیں۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ادھر تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کو ضروری اور فرض قرار دیں اور دوسری حدیث میں مقتدیوں کو سورہ فاتحہ پڑھنے پر ناراضگی کا اظہار فرمائیں اور فرمائیں کہ تم نے مجھ پر قرآن خلط ملط کر دیا۔ اگر یہ فرض ہوتا تو اتنے سارے جلیل القدر صحابی اس کو کیسے چھوڑتے اور اس کے پڑھنے والے کے لیے منہ میں پتھر اور انگارے بھرنے جیسے الفاظ کیسے استعمال کرتے۔ معلوم ہوا کہ جس حدیث میں سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری قرار دیا گیا ہے وہ منفرد یعنی اکیلے نماز پڑھنے والے کے لیے ہے اور جس میں منع کیا گیا ہے وہ جماعت سے امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے مقتدی کے لیے ممانعت ہے۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک روز جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع مین چلے گئے تو حضرت ابوبکر رکوع میں آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا (سنن کبرای جلد اول ص ۹۰) حالانکہ اگر سورہ

Marfat.com

فاتحہ پڑھنا مقتدی کو فرض اور ضروری ہوتا تو حضرت ابوبکر نے بھی سورہ فاتحہ نہیں پڑھی تھی۔ بغیر پڑھے رکوع میں مل گئے۔ ان کی نماز نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں۔

آیت نمبر (۴۰)

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○

اور دعا کرو اپنے رب سے گڑگڑا کر اور خفیہ (آہستہ خاموشی سے) بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا (سورہ اعراف پارہ ۸، آیت ۵۵)

فائدہ: --- اس یت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا آہستہ خفیہ یعنی خاموشی سے مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اور زیادہ بلند آواز سے دعا کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ جب کہ آمین کہنا یہ بھی ایک دعا ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہیں (اے اللہ قبول فرما) جب کہ حضرت عطاء بھی فرماتے ہیں کہ آمین ایک دعا ہے (صحیح بخاری ص ۱۰۷) للہذا اس آیت کی رو سے ثابت ہوا کہ نماز میں جب امام .... و لا الضّآلّیْنَ .... کہتا ہے تو مقتدیوں کو آمین آہستہ اور خاموشی سے کہنا چاہیے۔ کیونکہ یہ دعائیہ کلمہ ہے۔ اور مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ آہستہ دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ اور بہت زیادہ بلند آواز سے دعا کرنے والوں سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمارہا ہے۔ للہذا زور سے آمین نہیں کہنا چاہیے بلکہ قرآن پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسندیدگی کا خیال رکھتے ہوئے آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ جب کہ احادیث نبوی کی رو سے آہستہ سے آمین کہنے کا ایک عظیم فائدہ یہ بھی ہے کہ آہستہ آمین کہنے والے کے پچھلے گناہ سارے بخش دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہا کرو پس

Marfat.com

جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں (صحیح بخاری جلد اول ص ۱۰۸/ ابوداؤد جلد اول ص ۹۴/ نسائی جلد اول ص ۹۴) ظاہر ہے فرشتے آمین آہستہ ہی کہتے ہیں کیونکہ ہم نے ان کی آمین آج تک نہیں سنی۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق آہستہ ہوگی اس کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ اس کے سارے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور جو زور سے آمین کہتے ہیں ان کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق نہیں۔ لہٰذا وہ اس عظیم خوشخبری سے محروم رہیں گے۔ اور مندرجہ بالا آیت مبارکہ پر عمل نہ کرنے کی برائی علیحدہ اپنے سرلیں گے۔ جب کہ دیگر احادیث میں وضاحت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور طریقہ بھی اسی طرح بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجر فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولا الضالین کہا تو پست اور ہلکی آواز میں آمین کہا (مصنف ابن ابی شیبہ/ مسند احمد/ ابوداؤد/ دارقطنی/ حاکم/ ابویعلی) اسی طرح صحابہ کرام سے بھی یہی طریقہ منقول ہے۔ چنانچہ حضرت حسن فرماتے ہیں کہ حضرت سمرہ بن جندب جب بھی نماز پڑھاتے تھے تو دو سکتے (خاموشی، سکوت) فرمایا کرتے تھے۔ ایک نماز شروع کرتے ہی (نماز پڑھنے کے وقت) اور دوسرا ولا الضالین کے بعد۔ حضرت ابی بن ابی کعب نے بھی اس کی تصدیق کی (مسند احمد/ دارقطنی) حضرت وائل فرماتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود نماز میں بسم اللہ اعوذباللہ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (مجمع الزوائد جلد اول ص ۱۸۵)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جماعت سے نماز کے اندر آہستہ آواز سے آمین کہنے والا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے صحابہ کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی حاصل کر رہا ہے---------اس کے علاوہ اکا دکا وہ احادیث جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند آواز سے آمین کہنے کا ذکر ملتا ہے اول تو ان

Marfat.com

میں سے اکثر صحیح احادیث نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ آپ نے نو مسلموں کے سکھانے کے لیے ایک دو دفعہ بلند آواز سے فرمادیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے کبھی آپ نے سکھانے کے لیے ظہر کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کرلی۔ تو جس طرح ایک دو مرتبہ سکھانے کی غرض سے ظہر کی نماز میں تلاوت فرمانے پر وہ تلاوت سنت موکدہ نہیں ہوجاتی اسی طرح سکھانے کے لیے ایک دو دفعہ آمین کہنے سے وہ سنت موکدہ نہیں بن جائے گی۔ چنانچہ حضرت وائل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین بلند آواز سے صرف تین مرتبہ کہی (طبرانی فی الکبیر/ مجمع الزوائد ص ۱۸۷) جب کہ آخر عمر تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے صحابہ کا آمین بلند آواز سے کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ اور جس حدیث میں حضرت ابن زبیر اور ان کے مقتدیوں کے بلند آواز سے آمین کہنے اور مسجد میں گونج پیدا ہونے کا ذکر ہے۔ اول تو وہ حدیث بلا سند ہے.....! دوسرا یہ کہ وہ ایک اور حدیث کے متعارض ہے جس میں یہ آتا ہے کہ حضرت ابن زبیر آمین نہیں کہتے تھے (طحاوی جلد اول ص ۱۲۰) لہٰذا یہ حدیث قابل عمل نہیں اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔

Marfat.com

آیت نمبر(۴۱)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○

بیشک کامیاب ہو گئے وہ مون جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔

فائدہ:۔۔۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کو جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں کامیابی کی بشارت دی ہے۔ خشوع کسے کہتے ہیں.....؟ تو علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "خشوع" دل کا بھی فعل ہے اور بدن کا بھی۔ اگر دل سے ہو تو اس کے معنی ہیں اللہ کا خوف اور حضور قلب۔ اور جب جسم کا فعل ہو تو اس کے معنی ہوں گے سکون و طمانیت (فتح الباری شرح بخاری لابن حجر عسقلانی) اب اس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ جو مومن اس طرح نماز پڑھتے ہیں کہ دل میں بھی ان کے خشیت الٰہی ہوتی ہے اور جسم بھی ان کا پر سکون ہوتا ہے۔ یعنی رکوع اور سجدہ وغیرہ کے وقت بار بار ہاتھ اٹھاکر رفع یدین کرکے نماز کے اندر طمانیت اور سکون کو ختم نہیں کرتے۔ ایسے لوگ کامیاب اور کامران ہیں۔۔ مفسروں کے سردار اور جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس آیت میں "خاشعون" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے بلکہ نماز کو طمانیت اور سکون کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ کامیاب ہیں (تفسیر ابن عباس ص ۳۲۳) نحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معمول یہی تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی تکبیر کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا (دار قطنی فی العلل بحوالہ حاشیہ داریہ ص ۴۱۵) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی قسم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول منقول ہے (ابوداؤد جلد اول ص ۷۶ / طحاوی جلد اول ص ۱۳۲/ دار قطنی جلد اول ص ۱۱۱/ مصنف ابن ابی شیبہ جلد اول

Marfat.com

ص ۱۲۱/ مصنف عبدالرزاق) یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا۔ جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کے بارے میں بڑی سختی کے ساتھ صحابہ کو منع فرمایا۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔ اور نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رفع یدین کرتا دیکھ کر بڑی ناراضگی سے فرمایا تم نماز میں شریر گھوڑوں کی دم کی طرح کیا یہ ہاتھ اٹھاتے رہتے ہو۔ نماز میں سکون اور اطمینان سے رہا کرو (صحیح مسلم جلد اول ص ۱۸۱/ ابوداؤد جلد اول ص ۱۵۰/ نسائی ص ۱۷۶/ طحاوی جلد اول ص ۱۵۸/ مسند احمد جلد ۵ر ص ۹۳) اس حدیث میں نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین سے منع فرمایا بلکہ جانوروں کے فعل کے ساتھ اس کو تشبیہ دیکر اس کی کراہت اور اس سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بھی فرمادیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ حدیث صرف سلام کے وقت جو صحابہ رفع یدین کرتے تھے ان کی ممانعت میں آئی ہے بلکہ وہ حدیث علیحدہ ہے۔ اس حدیث کا تعلق نماز کے اندر رکوع و سجود وغیرہ کے وقت رفع یدین کرنے کی ممانعت سے ہے۔ کیونکہ سلام کے وقت جو رفع یدین ہوگا وہ تو نماز سے باہر ہوگا۔ جب کہ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں تم کو نماز میں رفع یدین کرتا دیکھتا ہوں نماز میں پر سکون رہا کرو" اس سے معلوم ہوا کہ یہ ممانعت رکوع و سجود وغیرہ کے وقت نماز کے اندر جو رفع یدین ہوتا ہے اس سے کی جارہی ہے نہ کہ سلام کے وقت نماز سے باہر جو رفع یدین ہوتا ہے اس سے۔ اس کی ممانعت کے لیے دوسری حدیث ہے۔ جب کہ اس واقعہ اور حدیث کے سلسلہ میں بعض روایات کے اندر صراحتاً موجود ہے کہ صحابہ رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کر رہے تھے۔ تو اس کو دیکھ کر سرکار نے ان کو منع فرمایا اور مندرجہ بالا ارشاد فرمایا (نہایہ) پھر چونکہ اس حدیث میں ہاتھ اٹھانے کے الفاظ عام میں جو رکوع و سجود اور سلام وغیرہ سب کو

Marfat.com

شامل ہیں۔ لہٰذا عمومیت الفاظ کا لحاظ کرتے ہوئے ہر قسم کا رفع یدین اور ان سب مواقع پر رفع یدین کی اس سے ممانعت ثابت ہو جائے گی۔ خلفائے راشدین اور جلیل القدر صحابہ کا بھی یہی معمول رہا ہے کہ انہوں نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا (الجوہر النقی جلد اول ص ۱۳۰/ طحاوی جلد اول ص ۱۳۳) چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز پڑھ کے دکھاتا ہوں اور اس نماز میں پہلی مرتبہ کے بعد آپ نے کہیں بھی رفع یدین نہیں فرمایا (ترمذی جلد اول ص ۳۵) اس روایت کے سب راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں اور ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے اور لکھا ہے کہ بہت سے اہل علم صحابہ تابعین سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا یہی مذہب ہے کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔ امام مالک جو مدینہ میں عمر بھر رہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے عمر بھر کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (المدونہ الکبری ص ۷۱) بہرحال قرآن وحدیث سے ثابت ہو گیا کہ رفع یدین کرنا نماز میں درست نہیں۔ رفع یدین کے متعلق جو بعض روایات آئی ہیں اول تو ان میں سے اکثر ضعیف ہیں۔ بعض ایسی ہیں کہ ان کے راوی رفع یدین نقل کر رہے ہیں لیکن خود رفع یدین نہیں کرتے۔ بعض ایسی ہیں جس میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جب کہ سجدہ کی اور دوسری اور چوتھی رکعت کی تکبیر میں رفع یدین کا کوئی بھی قائل نہیں۔ جب کہ رفع یدین کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول و حکم اور ارشاد موجود نہیں۔ اگر کسی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ذکر ہے تو اسی طرح ہمیشہ کرتے رہنے کا ذکر نہیں۔ جب کہ ایک یا دو بار کوئی کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمالیں تو اس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ تو کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا سنت و مستحب ہو گیا.....؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچی کو اٹھا کر نماز ادا فرمائی تو کیا یہ سنت اور مستحب ہو گیا.....؟ ہرگز

Marfat.com

نہیں۔ لہٰذا ایک یا دو بار اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فعل ثابت بھی ہو جائے تو اس سے اس کا سنت اور مستحب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام اس سنت پر ضرور عمل کرتے۔ ان کا عمل نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اس قسم کی احادیث جن میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ ابتدائے اسلام کے زمانہ کی ہیں۔ بعد میں یہ کام ترک ہو گیا تھا۔ بعد میں صحابہ کرام کی اکثریت اس کو سنت نہیں سمجھتی تھی۔ ورنہ وہ اس کو کبھی ترک نہ کرتے۔ بالخصوص وہ صحابی جو خود رفع یدین کی حدیث روایت کر رہے ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کر رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کام پہلے ہوتا تھا بعد میں منسوخ ہو گیا۔ اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے نہیں کیا۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ رفع یدین چھوڑنے کی احادیث کے جو راوی ہیں وہ سب فقیہ ہیں جب کہ رفع یدین کے ثبوت کی احادیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صحابی ہیں جو اس وقت بچے تھے اور بچہ ہونے کی وجہ سے پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی حرکات و سکنات کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتے تھے۔ لہٰذا بچوں کے مقابل بڑے معمر اور وہ بھی فقیہ مفسر اور اہل علم صحابہ کی بات زیادہ وزنی اور قابل اعتبار ہوگی۔

آیت نمبر (۴۲)

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰہِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّہَا قُرْبَۃٌ لَّہُمْ سَیُدْخِلُہُمُ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

کچھ دیہاتی ایسے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ تعالیٰ کے قرب اور رسول سے دعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ یقیناً ان کے لیے باعث قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد انہیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (سورہ توبہ پارہ ۱۱ر آیت ۹۹)

فائدہ:--- اس آیت مبارکہ میں ایسے لوگوں کی اور ان کے اس فعل

Marfat.com

کی تعریف کی گئی ہے جو اپنے صدقات وغیرہ لوگوں کو اس لیے دیتے ہیں تاکہ وہ اس عبادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لیں۔ یعنی مسلمان جو اولیائے کرام کی فاتحہ دلاتے ہیں یا ان کے نام کی نذر مانتے ہیں کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو غوث پاک کی گیارہویں کرونگا۔ یا فلاں مزار پر چادر چڑھاؤں گا۔ یا فلاں بزرگ کے نام کی دیگ پکا کر کھلاؤں گا تو اس سے مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ یہ خیرات اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جب وہ ثواب دے گا تو وہ ثواب اس ولی کی نذر کروں گا تاکہ اس کی روح خوش ہوجائے اور وہ خوش ہوکر ہمیں دعائیں دیں۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایسا کرنا شرک یا بدعت نہیں بلکہ درست ہے اور رضائے الٰہی اور اس کے قرب کا باعث ہے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے قرب اور میرے محبوب کو خوش کرنے اور ان سے دعائیں لینے کے لیے صدقہ کرتا ہے اس کو ضرور میرا قرب ملے گا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے جو صدقہ کیا گیا وہ حرام نہیں ہوا۔ لہٰذا اولیائے کرام کی ارواح کو خوش کرنے کے لیے جو دیگ پکائی جائے گی یا جو کھانا پکا کر تقسیم کیا جائے گا وہ بھی حرام نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ یقیناً اس ولی کی خوشی اس کے دعا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنے گا۔ حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیراللہ کے نام کی منت اور نذر ماننا شرک وبدعت نہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور رضا اس کے لیے ثابت ہے۔ چانچہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے جب بخیریت واپس تشریف لے آئے تو ایک لڑکی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو اس جنگ سے بخیریت واپس لائے گا تو میں آپ کے سامنے دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا اگر تو نے نذر مانی ہے تو اپنی نذر پوری کرلے اور دف بجالے (مشکواۃ باب مناقب عمر) اس حدیث میں لڑکی نے غیراللہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم کے سامنے دف بجانے کی منت اور نذر مانی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ نہیں فرمایا کہ تو نے شرک کر دیا بلکہ اس کو پورا کرنے کی اجازت دیدی۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی کی منت اور نذر مانی اس نیت سے کہ اس کا ثواب اس کو بھیجے گا یا وہ خوش ہو کر مجھے دعا دے گا تو یہ بالکل جائز ہے۔ ہاں البتہ ایک نذر شرعی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ یہ کام میں اس کے لیے عبادت سمجھ کر کروں گا۔ یہ نذر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے اور کسی کے لیے جائز نہیں۔ اگر کوئی اس معنی میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی ولی کی نذر مانتا ہے تو وہ مشرک ہو جائے گا۔ لیکن ظاہر ہے اولیاء کے لیے جو عام مسلمان نذر اور منت مانتے ہیں ان کے وہم و گمان میں دور دور تک اس وقت یہ بات نہیں ہوتی کہ وہ معاذاللہ اس ولی کو خدا سمجھ کر اس کی عبادت کے لیے یہ کام کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ نذر شرعی نہیں ہوگی بلکہ نذر عرفی کہلائے گی اور اسی طرح ہوگی جیسے کوئی کسی آدمی سے کہے کہ اگر آپ نے میرا یہ کام کرا دیا تو میں آپ کو اتنے پیسے نذر کروں گا۔ جس طرح یہ کہنا جائز ہے اسی طرح اولیائے کرام کے لیے بھی نذرانہ اور ثواب کے ہدیہ کے طور پر نذر ماننا درست اور صحیح ہے اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ ہاں البتہ مشرکین عرب اپنے جانوروں اور کھیتوں میں سے کچھ حصہ اپنے بتوں کے لیے علیحدہ نکال لیتے تھے اور ان کی نذر کو شرعی مانتے تھے یعنی ان کی عبادت کی نیت سے وہ حصہ ان کے نام کے ساتھ مختص کر دیا کرتے تھے۔ اس کی قرآن نے ..... **وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ** ..... فرما کے مذمت کی اور اس کو شرک بتایا۔ لیکن ظاہر ہے مسلمان اپنے نبیوں اور ولیوں کے لیے اس قسم کی نذر نہیں مانتے۔ بلکہ وہ جو کچھ صدقہ و خیرات کرتے ہیں وہ عبادت اللہ کے لیے ہے لیکن ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔ اور یہ جائز ہے۔

آیت نمبر (۴۳)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَاءً عَلَى

Marfat.com

اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ○

بیشک تباہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو نادانی اور جہالت سے قتل کر ڈالا اور اللہ تعالٰی کے دیے ہوئے رزق کو حرام کر لیا اللہ تعالٰی پر تہمت لگاتے ہوئے بیشک وہ گمراہ ہوئے اور وہ ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ (الانعام ۶۔ ۱۴۰)

فائدہ:۔۔۔اس آیت مبارکہ اور اس سے پہلی آیات میں اللہ تعالٰی نے کفار اور مشرکین کا عقیدہ بیان کیا اور پھر ان کی تردید کی۔ فرمایا کہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ اپنے جانوروں اور کھیتوں میں سے کچھ حصہ اپنے بتوں کے نام پر نکال لیا کرتے تھے۔ اور پھر اس حصہ کو کھانا حرام سمجھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو کھانا وغیرہ ہم نے بتوں کے نام پر کر دیا ہے اس کا کھانا فلاں فلاں کو جائز نہیں۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالٰی نے اس کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالٰی پر بہتان اور تہمت ہے۔ جب اللہ تعالٰی نے ان چیزوں کو حرام نہیں کیا تو تم کیسے کہتے ہو کہ یہ چیزیں حرام ہو گئیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن جانوروں پر یا جن کھانوں پر بتوں کا نام عبادت سمجھ کر لے دیا جائے یا بتوں کی نذر مان لی جائے اگرچہ یہ فعل شرک ہے لیکن ان کے اس فعل کی وجہ سے وہ کھانا حرام نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو اس کا کھانا جائز ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ آج بھی کافر سانڈ وغیرہ بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں مسلمانوں کو اس کا ذبح کر کے کھانا جائز ہے۔ اس آیت سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب کسی جانور یا کھانے پر مکمل شرک کرتے ہوئے بتوں کا نام بطور عبادت لیا جائے اور بتوں کی ان پر نذر مانی جائے تب بھی وہ جانور اور کھانا مسلمانوں کے لیے حرام نہیں ہوتا تو جس فاتحہ کے کھانے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یا غوث پاک کا یا کسی ولی اور بزرگ کا نام لے دیا جائے یا کسی جانور پر کسی بزرگ کی نذر مان لی جائے تو اس کا کھانا بھی مسلمانوں کے لیے حرام نہیں ہو گا۔ جب کہ یہاں تو اس جانور یا کھانے پر بطور شرک کے یعنی اس نبی یا ولی کو معبود سمجھ کر اس کی عبادت کے لیے یہ چیزیں اس کے

Marfat.com

نام پر مختص نہیں کی جاتیں۔ بلکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہیں اور اس کا ثواب ان نبیوں ولیوں کو پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اس کے حرام ہونے کی تو کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔ جب بتوں کے نام والی چیزیں حرام نہیں ہوتیں تو اولیاء کے نام والی چیزیں کیسے حرام ہو جائیں گی۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت سعد نے ایک کنواں اور اس کا پانی اپنی ماں کے لیے وقف کیا اور اس پر اپنی ماں کا ذکر کیا لیکن وہ پانی حرام نہیں ہوا۔ کیونکہ ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کا ثواب میری ماں کو پہنچے۔ آج بھی فاتحہ وغیرہ میں مسلمانوں کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کھانے وغیرہ کا صدقہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا ہے اور ثواب اس نبی یا ولی کو بھیجا جاتا ہے۔ تو نہ اس عمل میں کوئی خرابی ہے اور نہ اس عمل کے باعث وہ کھانا حرام ہوتا ہے۔

قرآن میں ایک مقام پر آتا ہے ..... اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ ..... اللہ نے تم پر یہی چیزیں حرام کی ہیں مردار اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے۔ اس آیت میں "وما اہل بہ لغیر اللہ" کے لفظ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام لے دیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے لہٰذا کھانے پر غوث کا نام لیا گیا تو کھانا حرام ہو جائے گا۔ یاد رکھیے "وما اہل بہ لغیر اللہ" کے یہ ہرگز معنی نہیں کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس جانور پر ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کسی جانور پر ذبح کے علاوہ یا کسی کھانے پر کسی غیر خدا کا کتنا ہی نام کیوں نہ لیا جائے وہ کھانا حرام نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اوپر والی آیت سے ثابت ہو گیا کہ بتوں کا بطور عبادت کے بھی اگر نام لے دیا جائے تب بھی وہ جانور حرام نہیں ہوتا بلکہ اس کا کھانا مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔ "وما اہل بہ لغیر اللہ" کے یہ معنی کرنے کہ جس پر غیر خدا کا نام آجائے وہ حرام ہو جاتا ہے۔ یہ

Marfat.com

عقل کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ ہزاروں چیزوں پر غیر خدا کا نام آتا ہے جیسے دریائے سندھ کا پانی، زید کی بیوی، حامد کا بکرا، خالد کا کھانا، ناصر کا کرتا، فاخر کا پاجامہ وغیرہ اس طرح تو پھر دنیا میں کوئی چیز بھی جائز نہیں رہے گی سب کی سب حرام ہو جائیں گی۔

آیت نمبر (۴۴)

وَ جَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةًؕ وَ رَهْبَانِیَّةَ ﰳابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَاۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ (الحدید ۲۷-۲۸)

اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحمت رکھ دی اور ترک دنیا کا طریقہ انہوں نے یہ بدعت اپنی طرف سے نکالی تھی ہم نے ان پر مقرر نہیں کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لیے نکالی تھی پھر اسے نبھایا نہیں جیسا اسے نبھانے کا حق تھا تو ان کے مومنوں کو ہم نے ان کا ثواب عطاء کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

فائدہ:۔۔۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ دین میں کسی نئی اچھی چیز کا یعنی بدعت حسنہ کا نکالنا برا کام نہیں بلکہ اچھا کام ہے اور باعث ثواب ہے۔ بلکہ اس آیت سے تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب کوئی نئی چیز اور اچھی بدعت نکالی جائے تو پھر اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے بلکہ اس پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو ترک دنیا پر یعنی دنیا کو چھوڑ کر غاروں اور پہاڑوں میں بیٹھنے کا ایک نیا طریقہ اور بدعت جو انہوں نے نکالی تھی اس پر ان کو ثواب عطاء فرمایا۔ اور جنہوں نے اس نئی اچھی بدعت پر عمل نہیں کیا ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اچھے کام نہ کر کے وہ فاسق ہو گئے۔ لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر نئی چیز اور ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعت حسنہ (اچھی بدعت)

Marfat.com

ہوتی ہیں اور بعض بدعت سَیِّئَۃ (بری بدعت) ہوتی ہیں- دین میں ایسی نئی چیزیں پیدا کرلینا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی رضا کے لیے ہوں اور دین کے خلاف نہ ہوں وہ اچھی بدعتیں کہلاتی ہیں= ان بدعتوں کو نکالنے والے اور ان پر عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ثواب عطاء فرماتا ہے- اور ان پر عمل کرنے اور ان کو نبھانے کا حکم دیتا ہے- اور دین میں جو باتیں اور بدعتیں ایسی پیدا کرلی جائیں جو دین کے خلاف ہوں- اور سنت کو مٹانے اور دین کو بدلنے والی ہوں تو ایسی بدعتیں بدعت سیئہ کہلاتی ہیں- ان بدعتوں کا نکالنے والے اور ان پر عمل کرنے والے سب اللہ تعالیٰ کے سخت ترین عذاب کے مستحق ہوں گے (اشعۃ اللمعات باب الاعتصام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے بھی قرآن کے اس ارشاد کی تائید ہوتی ہے- چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اور بدعت حسنہ نکالی پھر اسپر عمل بھی کیا گیا تو جتنا اجر وثواب اس بدعت پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اتنا ہی ثواب اس بدعت اور نئے طریقہ کے ایجاد کرنے والے کو بھی ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجر میں ذرہ برابر کوئی کمی نہیں کی جائے گی- اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا پھر اس کے بعد اس پر عمل بھی کیا گیا تو جتنا گناہ اس بری بدعت پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اتنا ہی گناہ اس کے ایجاد کرنے والے کو بھی ہوگا اور عمل کرنے والوں کے گناہ میں ذرہ برابر کمی نہیں کی جائے گی (صحیح مسلم جلد دوم ص ۴۳۱) اسی طرح ایک اور حدیث مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جس نے ہمارے دین میں کوئی ایسا طریقہ نکالا جو دین میں سے نہیں وہ مردود ہے (مشکواۃ باب الاعتصام) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہر نیا طریقہ برا ہے بلکہ فرمایا جو نیا طریقہ ہمارے دین کے خلاف ہو وہ برا ہے- معلوم ہوا کہ دین میں ہر نئی چیز کا نکالنا اور ہر بدعت حرام اور ناجائز نہیں بلکہ وہ بدعتیں اور وہ نئی چیزیں جس کا دین میں سے کوئی ثبوت نہ ہو- بلکہ دین کے

Marfat.com

خلاف ہو اور جس سے کوئی سنت مٹ جاتی ہو اس بدعت کا نکالنا اور اس پر عمل کرنا حرام اور گناہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہر نئی چیز جو دین میں نکالی جائے وہ حرام ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کل بدعہ ضلالہ" کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ ان کا یہ کہنا درست نہیں اور نہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کیونکہ اگر ان کا یہ کہنا درست ہو اور حدیث کے یہ معنی ہوں کہ ہر نئی چیز حرام اور گمراہی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کو دین میں نکالی ہوئی ان کی نئی چیز پر کیوں تعریف کی اور کیوں ثواب ان کو عطاء فرمایا۔ اور اوپر بیان کردہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ جو نئی اچھی چیز نکالے گا اس کو ثواب ملے گا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث کے معنی یہ نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ دین میں جو بری چیز نکالے گا وہ گمراہی ہے اور وہ حرام کام ہے۔ اسی طرح اگر ان کا یہ کہنا درست ہو کہ ہر نئی چیز اور ہر بدعت حرام ہے تو پھر تو بہت سی ایسی چیزیں جو دین میں نئی نکالی گئی ہیں اور سب ان کو اچھا سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کر رہے ہیں وہ سب حرام ہو جائیں گی۔ مثلاً قرآن کے اعراب، رکوع، خوبصورت جلدیں، مساجد کے مینار، دینی مدارس میں مخصوص کتابوں کی تدریس، اوقات تدریس کا تعین، سالانہ ششماہی امتحانات، حدیث کی قسمیں بیان کرنا، بلکہ اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول فقہ کے قواعد وضوابط، سحری کے وقت روزہ کی زبان سے نیت کرنا، ہوائی جہازوں کے ذریعہ سفر حج اور عمرہ کرنا، تصوف کے چاروں سلسلے نقشبندی قادری چشتی سہروردی یہ سب چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں۔ یہ سب دین میں نئی چیزیں پیدا کی گئی ہیں اگر دین میں پیدا کی گئی ہر نئی چیز حرام ہو تو یہ سب حرام ہو جائیں گی۔ حالانکہ ان کو کوئی حرام نہیں کہتا بلکہ یہ سب لائق اجر وثواب ہیں۔ اسی طرح میلاد شریف کے جلسے جلوس، گیارہویں، بارہویں، معراج شریف، عرس بزرگان دین کی محفلیں، فاتحہ،

Marfat.com

ختم، تیجہ، چالیسواں، دسواں، چہلم، ایصال ثواب، قبر پر اذان، شب برائت میں حلووں پر فاتحہ، اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا اور اس جیسے بہت سے نیک کام جو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس ہیئت اور طریقہ کے ساتھ نہیں بھی تھے اور بعد میں لوگوں نے ایجاد کرلیے ہیں تب بھی یہ حرام اور ناجائز نہیں۔ بلکہ اسی طرح جائز اور لائق ثواب ہیں جس طرح علم اصول حدیث اور اصول فقہ اور قرآن کے پاروں پر رکوع اور اعراب لگانا یا مدارس قائم کرنا جائز اور لائق ثواب ہے۔ کیونکہ قرآن و حدیث اور عقل و نقل سے ثابت ہوچکا کہ ہر وہ نئی چیز اور بدعت حرام ہے جو دین کے خلاف ہو اور سنت کو مٹانے والی ہو۔ جب کہ یہ تمام چیزیں نہ دین کے خلاف ہیں اور نہ سنت کو مٹانے والی ہیں بلکہ غور کیا جائے تو اس میں سے اکثر چیزیں سنتوں کو قائم اور تازہ کرنے والی ہیں۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی رو سے نہ صرف یہ کہ یہ جائز ہوں گی بلکہ لائق ثواب ہوں گی اور قرآن کے ارشاد کے مطابق تو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ان نئی اچھی بدعتوں کو نبھانا چاہیے۔ اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ بلکہ اس پر پابندی سے عمل کرنا چاہیے۔ ان پر عمل کرنے والے قرآن کی رو سے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ بندے ہیں اور عمل نہ کرنے والے ناپسندیدہ اور فاسق لوگ ہیں۔

آیت نمبر (۴۵)

وَالَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اور یاد کرو اس خاتون کو جس نے محفوظ رکھا اپنی عصمت کو پس ہم نے پھونک دیا اس میں اپنی روح اور ہم نے اسے اور اس کے بیٹے کو سارے جہاں کے لیے (اپنی قدرت کی) نشانی بنادیا (سورہ انبیاء پارہ ۱۷ر آیت ۹۱)

فوائد:--- اس آیت مبارکہ سے کئی فائدے حاصل ہوئے ☆ پہلا

Marfat.com

فائدہ تو یہ حاصل ہوا کہ اس آیت کے تحت مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پھونک مارنے سے اور سانس لینے سے پاک ہے۔ دراصل حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پھونک ماری تو وہ حاملہ ہوگئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسا عظیم نبی ان کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ تو دراصل پھونک ماری جبریل نے اور یہ فعل تھا جبریل کا لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس فعل کو اپنی طرف نسبت دے کے فرمایا کہ ہم نے پھونک ماری۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام پھر اللہ کا کام ہوتا ہے ان کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ان کی منشا اللہ تعالیٰ کی منشا ہوتی ہے ان کا دیکھنا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہوتا ہے۔ اسی چیز کو متعدد مقامات پر قرآن میں بیان کیا گیا۔ اپنے محبوب کے لیے اللہ تعالیٰ نے کہیں فرمایا کہ جس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کی (سورہ فتح) کہیں فرمایا کہ آپ نے جب کنکریاں پھینکیں تو آپ نے نہیں پھینکیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکیں (انفال آیت ۱۷) حدیث قدسی میں اس مقام کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے (صحیح بخاری بحوالہ مشکواۃ کتاب الدعوات باب ذکر اللہ والتقرب الیہ)

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ تو جسم سے پاک ہے وہ بندہ کے آنکھ کان ہاتھ پیر بن جاتا ہے اس کا کیا مطلب.....؟ تو اس کے معنی یہی ہیں کہ کان اس کے ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی طاقت خدا کی آجاتی ہے۔ اسی طرح آنکھ ہاتھ پیر بندے کے ہوتے ہیں لیکن اس میں طاقت خدا کی آجاتی ہے۔ اور اس کے وہ افعال پھر خدا کی طرف منسوب ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ سننا دیکھنا خدا کا ہوا تو پھر خدا سے کوئی چیز مخفی

Marfat.com

نہیں- دور و نزدیک کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں- یہی وجہ ہے کہ پھر اولیاء کرام بھی دور و نزدیک یکساں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں- اور فاصلے ان کے سامنے سمٹ جاتے ہیں اور جس طرح وہ قریب پہنچ کر مدد کرسکتے ہیں- اسی طرح دور بھی پہنچ کر مدد کرسکتے ہیں- کیونکہ اب ان کے ہاتھوں پیروں میں خدا کی طاقت آگئی ہے اور انکا فعل خدا کا فعل ہوگیا ہے- لہٰذا اب اولیاء کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے- یہ کہنا کہ وہ کچھ نہیں سنتے' کچھ نہیں دیکھتے' کچھ نہیں دے سکتے' کچھ نہیں کرسکتے' کسی کو نفع نقصان نہیں پہنچ سکتے' یہ دراصل اب ان کے فعل پر اعتراض نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے فعل پر اعتراض ہے- یہ ان کی توہین نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی توہین ہے- اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے اولیاء سے عداوت رکھے وہ مجھ سے جنگ کے لیے تیار ہوجائے (بخاری بحوالہ مشکواۃ ص ۱۹۷) لہٰذا اولیاء کی توہین اور گستاخیاں کرکے اللہ تعالیٰ سے جنگ اور اس کی دشمنی مول نہیں لینی چاہیے-

☆ دوسرا فائدہ اس آیت سے یہ حاصل ہوا کہ حضرت جبریل کے دم سے حضرت بی بی مریم حاملہ ہوگئیں- اس سے ثابت ہوا کہ دم درود جھاڑ پھونک بڑا اثر رکھتے ہیں اور بہت فائدہ پہنچاتے ہیں- لہٰذا اولیائے کرام جو دم درود اور جھاڑ پھونک اور تعویذ وغیرہ کے ذریعہ جو روحانی علاج کرتے ہیں وہ شرک وبدعت نہیں اور نہ ہی توحید کے خلاف ہے- بلکہ حضرت جبریل علیہ السلام کی سنت ہے اور اس سے مرادیں بر آتی ہیں اور مشکلیں آسان ہوتی ہیں اور بیماروں کو شفائیں ملتی ہیں- بلکہ اگر دیکھا جائے تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ کی سنت ہے- کیونکہ پھوڑے پھنسی کی ایک دعا حضرت جبریل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتائی- اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پڑھ کر جھاڑا تو حضور کو شفاء حاصل ہوگئی (مسلم ص ۲۸۹) صحابہ کی بھی یہ سنت ہے- چنانچہ بخاری شریف میں صحیح حدیث ہے کہ کچھ صحابہ کرام ایک سفر پر جارہے تھے- راستہ میں ایک مقام پر کسی قبیلہ کے سردار کے

Marfat.com

بچھو نے کاٹ لیا۔ انہوں نے ان صحابہ سے کہا کہ آپ کے پاس اس کا کوئی علاج ہے تو ایک صحابی نے کہا کہ ہاں میرے پاس ہے بشرطیکہ تم مجھے اس کا معاوضہ دو۔ چنانچہ معاوضہ میں کچھ بکریاں دینی طے ہو گئیں۔ اور ان صحابی نے سورہ فاتحہ پڑھ کر جب اس سردار پر دم کیا تو وہ اسی وقت شفایاب ہو گیا۔ جب ان صحابہ کو بکریاں ملیں تو انہوں نے کہا کہ جب تک ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت نہیں کرلیں گے اس وقت تک ان بکریوں کو آپس میں تقسیم نہیں کریں گے۔ جب یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کیا اور مسکراتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ان بکریوں میں ہمارا حصہ بھی رکھ لینا (صحیح بخاری، کتاب الاجارہ، باب **مایعطی فی الرقیہ** ، جلد دوم ص ۳۰۴)

اس سے ثابت ہوا کہ دم درود اور جھاڑ پھونک شرک وبدعت نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت ہیں۔ اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق بھی موجود ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دم درود اور تعویذ وغیرہ پر معاوضہ لینا بھی جائز ہے۔

اب بعض روایات میں جھاڑ پھونک اور دم درود اور تعویذ گنڈے وغیرہ سے جو منع کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے اس سے مراد وہ جھاڑ پھونک اور تعویذ ہیں جو شرکیہ اور کفریہ الفاظ اور منتر وغیرہ پر مشتمل ہوں۔ لیکن قرآنی آیات احادیث یا کسی اچھے دینی کلام کو پڑھ کر جو دم درود کیا جاتا ہے وہ اس سے مراد نہیں۔ کیونکہ اگر ہر قسم کا دم درود شرک اور کفر ہوتا تو حضرت جبریل دم کیوں کرتے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو ایسے مشرکانہ کام کی اجازت کیوں دیتے اور ایسے حرام اور شرکیہ کام کے ذریعہ جو حرام کی آمدنی ہوئی تھی اس میں مسکرا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا حصہ رکھنے کے لیے کیوں فرماتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ شرکیہ کلمات پر مبنی دم درود

Marfat.com

اور تعویذ حرام ہے اور غیر شرکیہ کلام پر مبنی دم درود اور تعویذ نہ شرک ہے نہ حرام بلکہ جائز ہے۔ اور حضرت جبریل اور صحابہ کی سنت ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی دیگر تصنیفات

(۱) سندھ کے صوفیائے نقشبند :۔ (دو جلدیں)
تصوف کی تعریف، اہمیت، فضیلت اور تمام سندھ کے نقشبندی صوفیاء کے حالات

(۲) بزم جاناں :۔ پاک و ہند کی عظیم روحانی شخصیات حضرت خواجہ محمد رکن الدین ؒ اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کے حالات

(۳) تجلیات ضیائے معصوم :۔ افغانستان کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ ضیائے معصوم کابلی افغانی اور انکے آباؤ اجداد اور انکی اولاد امجاد کے حالات

(۴) جدید طبی مسائل کا شرعی حل :۔ پلاسٹک سرجری، اعضاء کی پیوند کاری، بیوی کو خون دینا، الکحل ملی دواؤں کا حکم روزہ میں انجکشن اور ڈرپ وغیرہ کا حکم

(۵) درس قرآن :۔ بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب آیات کا ترجمہ اور مختصر سی تفسیر پر مشتمل تربیتی نصاب

(۶) درس حدیث :۔ بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب احادیث کا ترجمہ اور تشریح پر مشتمل ایک تربیتی نصاب

(۷) حق نبی :۔ ایک علمی بحث مقتدر علماء کی تصدیقات کے ساتھ

(۸) رحمۃ للعالمین ﷺ کی دعائیں :۔ مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول معتبر دعاؤں کا مجموعہ

(۹) فتاویٰ :۔ مختلف فقہی موضوعات پر لکھے ہوئے سوالوں کے محققانہ اور دلائل سے مرصع جوابات

4967

رکن الاسلام پبلیکیشنز :۔ آزاد میدان حیدر آباد
اسٹاکسٹ محمودیہ بک فاؤنڈیشن بالمقابل الائیٹ سینما حیدر آباد

Marfat.com

صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر کی دیگر تصنیفات

(۱) سندھ کے صوفیائے نقشبند :۔ (دو جلدیں)
تصوف کی تعریف، اہمیت، فضیلت اور تمام سندھ کے نقشبندی صوفیاء کے حالات

(۲) بزم جاناں :۔ پاک و ہند کی عظیم روحانی شخصیات حضرت خواجہ محمد رکن الدین اور حضرت شاہ مفتی محمد محمود الوریؒ کے حالات

(۳) تجلیات ضیائے معصوم :۔ افغانستان کی ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہ ضیائے معصوم کابلی افغانی اور انکے آباؤ اجداد اور انکی اولاد امجاد کے حالات

(۴) جدید طبی مسائل کا شرعی حل :۔ پلاسٹک سرجری، اعضاء کی پیوند کاری، بیوی کو خون دینا، الکحل ملی دواؤں کا حکم روزہ میں انجکشن اور ڈرپ وغیرہ کا حکم

(۵) درس قرآن :۔ بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب آیات کا ترجمہ اور مختصر سی تفسیر پر مشتمل تربیتی نصاب

(۶) درس حدیث :۔ بعض اہم عقائد و اعمال سے متعلق منتخب احادیث کا ترجمہ اور تشریح پر مشتمل ایک تربیتی نصاب

(۷) حق بہی :۔ ایک علمی بحث مقتدر علماء کی تصدیقات کے ساتھ

(۸) رحمۃ للعالمینؐ کی دعائیں :۔ مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول معتبر دعاؤں کا مجموعہ

(۹) فتاویٰ :۔ مختلف فقہی موضوعات پر لکھے ہوئے سوالوں کے محققانہ اور دلائل سے مرصع جوابات

4967

رکن الاسلام پبلیکیشنز :۔ آزاد میدان حیدرآباد
اسٹاکسٹ محمودیہ بک فاؤنڈیشن بالمقابل الائیٹ سینما حیدرآباد

Marfat.com